مکرم سلمان ...

﴿اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی إسرائيل: ٨٠)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ جمعہ ۲ ستمبر ۱۹۹۴ء شمارہ ۳۵

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ابد تک جاری ہے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کروڑ معجزوں سے بڑھ کر معجزہ تو یہ تھا کہ جس غرض کے لئے آئے تھے اسے پورا کر گئے۔ یہ ایسی بے نظیر کامیابی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں کامل طور سے نہیں پائی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ بھی رستے ہی میں مرگئے اور حضرت مسیح کی کامیابی تو ان کے حواریوں کے سلوک سے ہویدا ہے۔ ہاں آپ کو ہی یہ شان حاصل ہوئی کہ جب گئے تو رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النصر:۳)
یعنی دین اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتے دیکھ کر۔

دوسرا معجزہ تبدیل اخلاق ہے کہ یا تو وہ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف:۱۸۰) چارپایوں سے بھی بدتر تھے یا يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (الفرقان:۶۵) رات دن نمازوں میں گذارنے والے ہوگئے۔

تیسرا معجزہ آپ کی غیر منقطع برکات ہیں۔ کل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہوگئے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ابد تک جاری ہے چنانچہ اسی چشمہ سے پی کر ایک مسیح موعود اس امت میں ظاہر ہوا۔

چوتھی یہ بات بھی آپ ہی سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لئے اس کی قوم ہر وقت دعا نہیں کرتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز میں مشغول ہوتی ہے اور پڑھتی ہے اللھم صل علیٰ محمد۔ اس کے نتائج برکات کے رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے سلسلہ مکالمات الٰہی ہے جو اس امت کو دیا جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] ص۲۰۵)

"اگر انسان تکبر چھوڑ دے اور اخلاق اور ملنساری سے پیش آوے تو یہ ایک بھاری معجزہ ہوتا ہے۔ اخلاقی معجزہ ہمیشہ اپنے اندر ایک زبردست تاثیر رکھتا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ سچی تعلیم اور پاک ایمان کا اثر اخلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

درجہ کمال کے دو ہی حصے ہیں۔ ایک تعظیم لامر اللہ، دوسرے شفقت علیٰ خلق اللہ۔ امر اول کا تعلق تو دل سے اور خدا سے ہوتا ہے جس کو یکایک ہر کوئی نہیں جان سکتا۔ دوسرا پہلو چونکہ خلقت سے تعلق رکھتا ہے اور اول ہی اول انسان کی نظر انسانی اخلاق پر پڑتی ہے اس واسطے اس خلق کا کمال ایک بڑا بھاری اور شاندار معجزہ ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے کئی ایک نمونے پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے محض آپؐ کے اخلاقی کمال کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مشرک عیسائی مہمان آیا۔ صحابہؓ اس کو اپنا مہمان بنانا چاہتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ میرا مہمان ہے اس کا کھانا میں لاؤں گا۔ چنانچہ اس مشرک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہمان رکھا اور اس کی بہت خاطر تواضع کی اور عمدہ عمدہ کھانے اس کو کھلائے اور عمدہ مکان اور اچھا بسترہ اس کو رات بسر کرنے کے واسطے دیا مگر وہ بوجہ کھانا زیادہ کھاجانے کے بدہضمی کی وجہ سے رات بھر اسی کوٹھڑی میں رفع حاجت کرتا رہا۔ مکان اور بستره خراب کر دیا۔ صبح منہ اندھیرے ہی شرم کے مارے اٹھ کر چلا گیا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاش کی اور وہ نہ ملا تو بہت ہی افسوس کیا اور کپڑے جو نجاست سے آلودہ ہوگئے تھے خود اپنے دست مبارک سے صاف کر رہے تھے کہ وہ اتنے میں واپس آگیا کیونکہ وہ اپنی ایک بیش قیمت صلیب بھول گیا تھا۔ اس کو آتے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اس سے کوئی اظہار رنج نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس کی مدارات اور خاطر کی اور اس کی صلیب نکال کر اس کو دے دی۔ وہ شخص اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہوگیا۔

اس کے سوا اور کئی ایسے ایسے واقعات اس قسم کے اعلیٰ درجہ اخلاق کے موجود ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اخلاقی معجزہ صداقت کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] ص۵۰۱،۵۰۲)

تمام گناہوں سے بچنے کیلئے بڑا ذریعہ خوفِ الٰہی ہے

مختصرات

"مختصرات" کے عنوان سے جو کالم الفضل میں لمبے عرصہ سے جاری ہے اس کا مقصد احباب جماعت کو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تازہ ترین ارشادات سے باخبر رکھنا ہے۔ تفصیل کا تو موقع نہیں ہوتا لیکن مختصر ارشادات میں خاص طور پر ان امور کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو حضور انور مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں بیان فرماتے ہیں۔

۱۳ اگست ۱۹۹۴ء

آج حضور انور نے عرب احمدی احباب اور خواتین کے سوالات کے جوابات عطا فرمائے۔ دو احادیث نبویہ "لو کان بعدی نبیا لکان عمر" اور "لا نبی بعدی" کی تشریح فرماتے ہوئے حضور انور نے مسئلہ ختم نبوت اور اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ کے موقف کی تفصیل بیان فرمائی۔

۱۴ اگست ۱۹۹۴ء

آج حضور انور نے ینگ لجنہ (لجنہ اماء اللہ کی نوجوان ممبرات) کے درج ذیل سوالات کے جوابات دیئے۔

۱۔ کیا ایسی کلاسوں میں شامل ہونا درست ہے جن میں دوسرے مذاہب کی تعلیم دی جاتی ہے؟
۲۔ بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو قبلہ کیوں بنایا گیا؟
۳۔ Genetic Engineering (تخلیقی عمل میں دخل اندازی) کے بارہ میں اسلامی تعلیم کیا ہے؟
۴۔ اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو اندھا۔ بہرہ اور معذور کیوں بنایا ہے؟
۵۔ کیا دم کرنا درست ہے؟
۶۔ ہم سور کا گوشت کیوں نہیں کھاتے؟ اسکی حرمت کی کیا وجہ ہے؟

۱۵ و ۱۶ اگست ۱۹۹۴ء

ان دو ایام میں ہومیو پیتھی طریق علاج کے بارہ میں کلاسوں کا انعقاد ہوا۔ ۱۶ اگست کی کلاس کے آخر میں حضور انور نے تحریک فرمائی کہ احمدی احباب مختلف دواؤں کے بارہ میں تحقیق کریں اور اپنے منتخب کردہ پروگرام سے حضور کو مطلع رکھیں تاکہ عالمی پیمانہ پر اس تحقیقی کام کو منظم کیا جاسکے۔

حضور انور نے مکرم مولوی خورشید احمد صاحب شاد (صدر عمومی ربوہ) اور مکرم سید جواد علی شاہ صاحب کی وفات کا ذکر فرمایا اور ہر دو کا بہت نیک تذکرہ فرمایا۔ نیز فرمایا کہ مکرم مولوی صالح محمد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے زندہ سلامت ہیں۔ غلطی سے ان کی وفات کا ذکر ہوگیا تھا۔

۱۷ و ۱۸ اگست ۱۹۹۴ء

ان دنوں میں تعلیم القرآن کلاسوں کا انعقاد ہوا۔

۱۹ اگست ۱۹۹۴ء

آج حضور انور نے اطفال و ناصرات سے ملاقات فرمائی اور محبت و پیار کی گفتگو فرماتے ہوئے بچوں کو بعض بنیادی دعائیں، ان کا ترجمہ اور مطلب سکھایا۔ آج جن دعاؤں کی تفصیل بیان کی گئی وہ یہ تھیں

- اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
- رب کل شیئی خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا۔ فرمایا کہ یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً سکھائی اور آپ نے فرمایا ہے کہ یہ اسم اعظم ہے۔

۲۰ اگست ۱۹۹۴ء

آج حضور انور نے حسب پروگرام مختلف ممالک کے عرب احمدی احباب و خواتین سے ملاقات فرمائی اور ان کے سوالات کے جوابات بیان فرمائے۔ مکرم سید حلمی الشافعی صاحب حضور انور کے انگریزی زبان میں بیان فرمودہ ارشادات کا ساتھ کے ساتھ نہایت فصیح و بلیغ عربی میں ترجمہ کرتے رہے۔ آج کی مجلس میں درج ذیل سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر وحی نازل ہونے کا کیا ثبوت ہے؟
(جواباً حضور نے دعویٰ مہدویت، دعویٰ مسیحیت اور نشان کسوف و خسوف کا ذکر فرمایا)۔
۲۔ حدیث نبوی "لم یبق من النبوۃ الا المبشرات" اور ایک دوسری حدیث کہ سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے کی تشریح۔
۳۔ تحریک "تحفظ ختم نبوت" پر تبصرہ۔

(ع۔ م۔ ر)

ادارِیہ

پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر

آج سے بیس سال قبل پاکستان میں معاندین احمدیت شرپسند ملاؤں کی طرف سے جماعت احمدیہ کے خلاف فتنہ وفساد کا ایک طوفان اٹھا جسے درپردہ حکومت وقت کی تائید بھی حاصل تھی۔ مختلف شہروں میں متعدد احمدیوں کو بہت بری طرح مارا پیٹا گیا۔ ان کے گھروں کو جلایا گیا۔ ان کے مکان و دکانیں اور جائیدادیں لوٹ لی گئیں۔ کئی احمدیوں کو شہید کیا گیا۔ گویا معصوم احمدیوں کے اموال ونفوس کے ساتھ آگ اور خون کی ایک ہولی کھیلی گئی۔ اور پھر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں ملک کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ اور اس بات کو حکومت کی ایک تاریخ ساز ناقابل فراموش عظیم اسلامی خدمت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا۔ خوشی کے شادیانے بجائے گئے اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ اگر یہ فیصلہ واقعتہً خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک مقبول اور سچ اور انصاف پر مبنی فیصلہ تھا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا چاہئے تھا کہ اس حکومت پر اور اس اسمبلی کے ممبران پر اور اس ملک پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا اور ملک میں امن وامان اور ترقی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوتا اور اس کے مقابل پر جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکتا اور وہ دن بدن ذلیل وخوار ہوکر نابود ہوجاتی۔ (نعوذ باللہ من ذلک)۔ لیکن عجیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا عملی سلوک اور اس کی فعلی شہادت اس کے بالکل برعکس ہے۔

جہاں تک اس وقت کے حکومت کے سربراہ اور اس قومی اسمبلی کے ممبران کا تعلق ہے تو ہر صاحب علم ان کی ذلت اور خواری سے خوب واقف ہے۔ نہ وہ وزیراعظم رہے نہ انکی وہ اسمبلی اور اس اسمبلی کے ممبران۔ ان کو عزت اور نیک نامی تو نہ مل سکی البتہ ان پر جھوٹ، رشوت ستانی، چور بازاری اور دیگر کئی غیر اسلامی وغیر اخلاقی حرکات کے مرتکب ہونے کے نہایت قبیح الزامات سرکاری دفاتر میں ہمیشہ کے لئے باقی رہ گئے۔ اس اسمبلی اور اس فیصلہ کی نحوست کچھ اس طرح سے سارے ملک پر وبال بن کر پڑی ہے کہ اس کے بعد سے آج تک بننے والی کوئی بھی قومی اسمبلی کوئی باعزت مقام اپنے ملک کے عوام کے دلوں میں بھی پیدا نہیں کرسکی۔ کئی دفعہ اسمبلیاں بنیں اور ٹوٹیں اور ہر دفعہ ان ممبران کے خلاف نت نئے الزامات لگائے گئے۔ اب بھی قومی اسمبلی کے ایوان میں اور اس سے باہر بھی ممبران اسمبلی کی آپس میں ہاتھا پائی، گالی گلوچ اور اخلاق اور انسانیت سے گری ہوئی ذلیل حرکتوں کی تفاصیل آئے دن اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اگر یہ فیصلہ واقعتہً اللہ کی نظر میں ایک پسندیدہ فعل تھا تو چاہئے تھا کہ اس کے نتیجہ میں اس اسمبلی اور اس ملک کو خدا تعالیٰ کی خاص تائیدات حاصل ہوتیں۔ ملک میں ہر طرف عفت و پاکیزگی کا دور دورہ ہوتا۔ لوگوں کے نیک اخلاق میں دن بدن ترقی ہوتی۔ جرائم رفتہ رفتہ معدوم ہوجاتے۔ نہ کسی کی جان کو خطرہ ہوتا نہ مال کو نہ عزت کو۔ لیکن یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں کہ اس فیصلہ کے بعد سے بالخصوص سارا ملک دن بدن تباہی کی طرف جارہا ہے۔ معاشرے کا امن اٹھ چکا ہے۔ فحاشی وعریانی بڑھ رہی ہے۔ چوری، ڈاکہ، زنا، اغوا، قتل وغارت، ہیروئن، سمگلنگ، بددیانتی اور لوٹ مار وغیرہ جرائم میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ کیا سچوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہی سلوک ہوتا ہے؟

دوسری طرف جماعت احمدیہ کا یہ حال ہے کہ

؎ ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

وہ نیکی، تقویٰ اور صلاحیت، خدا خوفی، خدمت خلق اور خدمت اسلام کے مختلف میدانوں میں روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور اس کی تائید میں زمین میں بھی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور آسمان میں بھی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان اشعار کا مضمون جیسا اس زمانہ میں ایک روشن حقیقت تھا آج سو سال کے بعد آپ کی جماعت پر بھی اسی عظمت اور شان کے ساتھ اطلاق پا رہا ہے۔

؎

ہر قدم پر میرے مولیٰ نے دیئے مجھ کو نشاں
ہر عدو پر حجت حق کی پڑی ہے ذوالفقار
نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے
جن سے ہیں معنیٔ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ آشکار

"اے بندگان خدا! کچھ تو سوچو کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے؟"

کیا تماشہ ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار
کیا اچھنبی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد
وہ خدا جو چاہئے تھا مومنوں کا دوستدار

پس۔

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
راہ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار
سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا جو میرے ساتھ تھا
کس کے فرماں سے میں مقصد پاگیا اور تم ہو خوار

رمز تبت یدا

(۱)

جن کا پیشہ ہے تحقیر و تکفیر حق
کچھ تو تاریخ سے سیکھ لیتے سبق
شاہد ذلت غیر حق، ہر ورق
ہر سطر پرچم فتح رب الفلق
اب بھی سب کے لئے ہے توجہ طلب
رمز تبت یدآ ابی لھب و تب

(۲)

پار کرنے لگا سب حدیں جب عدو
اپنے طاہر کو رب نے کیا سرخرو
جی اٹھا سارے سنسار کے روبرو
منظر ہجرت مصطفٰے ہو بہو
خاک میں مل گئے ریت کے سب محل
دیکھتا رہ گیا وقت کا بوجہل

(۳)

پاک طاہر کی دیکھو معجزہ گری
نے عصا پاس، نے ہیبت عسکری
بس دعاء حربہ اول و آخری
جسکے آگے ہوا ہوگیا سامری
غرق فرعون اول ہوا نیل میں
دوسرا عرش کی نیلگوں جھیل میں

(۴)

عام تھی عام ہے دعوت ایزدی
آگئی پندرھویں آتے آتے صدی
اب بھی جاری ہے روحانیت کی ندی
کیف ہی کیف ہر کلمہ سیدی
زم زم برسات ہے نور ہی نور کی
دیکھتے جاؤ یارو جھلک طور کی

(۵)

ایک ہی گیت ہے بر زبان صبا
کتنا عالی ہے طاہر ترا مرتبہ
چومتے ہیں فرشتے بھی تیری قبا
مرحبا مرحبا، مرحبا مرحبا
موجزن کیوں نہ ہو جذبہ سرمدی
کیوں نہ قربان تجھ پہ ہو ہر احمدی

(صابر صدیقی)

آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ کا ایک خاص پہلو
ظلم و ستم پر عفو و درگزر کا عدیم النظیر نمونہ

(مسعود احمد خان۔ جرمنی)

مجھے اس وقت حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے جس پہلو کے بارہ میں چند گزارشات پیش کرنا ہیں وہ ہے دوسروں کی خطاؤں اور ظلم و ستم پر عفو و درگزر سے کام لینے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم النظیر اسوہ حسنہ۔

جہاں تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تعلق ہے یہ امر خاص طور پر مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ آپؐ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے۔ اسی لئے آپؐ کا وجود باجود اور عمل و کردار لاثانی و لازوال حسن سے مزین تھا۔ دیگر بے شمار صفات الٰہیہ کی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت سے تعلق رکھنے والی صفات کے بھی مظہر اتم تھے یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دے کر "رحمۃ للعالمین" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ "رحمۃ للعالمین" ہونے کی حیثیت میں آپؐ کے درگزر میں بھی رحمت کا جلوہ بدرجہ اتم موجود ہوتا تھا۔ اسی لئے خطاکاروں حتی کہ ظلم کی راہ سے اذیتیں پہنچانے والوں کے ساتھ آپؐ کا درگزر کا سلوک عام معافی کی حد تک محدود نہیں رہتا تھا بلکہ وہ رحمت کی شکل اختیار کر کے نوازشات کی ایسی بارش برسانے کا موجب بن جایا کرتا تھا کہ خطاکار اور ستم شعار اپنی خطاؤں اور ظلم و ستم پر شرمسار ہو کر ورطہ حیرت میں ڈوب جایا کرتے تھے۔ پھر صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ہونے کی بناء پر "رحمۃ للعالمین" ہونے کی حیثیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کی ایک شان یہ بھی تھی کہ آپؐ نے ایک دو یا دس بیس کو ہی نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے انسانیت سوز مظالم کا انتقام عفو و درگزر سے لے کر عفو و درگزر کی صفت کو نئے معانی و مفاہیم سے مالا مال کر دکھایا۔

مزید برآں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم النظیر عفو و درگزر کا ایک اور نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ نے عفو و درگزر کا ایسا عدیم النظیر نمونہ اپنی حیات طیبہ کے صرف مدنی دور میں ہی نہیں دکھایا جبکہ آپؐ کو قوت و طاقت اور انتقام لینے کی مقدرت حاصل ہو چکی تھی بلکہ مکی دور میں بھی جبکہ دنیوی لحاظ سے بظاہر آپؐ پر بے بسی اور بے کسی کا عالم طاری تھا آپؐ کا عدیم النظیر عفو و درگزر نوع انسانی کی تاریخ میں یکساں طور پر نئے زریں ابواب کا اضافہ کر رہا تھا۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ بے کسی اور بے بسی کے عالم میں بجز صبر کے عفو و درگزر کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے لیکن میں ڈنکے کی چوٹ اور ہانکے پکارے کہہ سکتا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور کے متعلق ایسا کہنا یا سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے مکی دور میں بھی ظاہری بے کسی اور بے بسی کے باوجود صاحب اختیار و اقتدار بنایا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ آپؐ کے دشمن اپنی کثرت تعداد اور ظاہری قوت و طاقت اور اقتدار و مقدرت کے گھمنڈ میں آپ کو بے کس و بے بس سمجھ کر اس وہم میں مبتلا تھے کہ وہ نعوذ باللہ آپؐ کو مچھر کی طرح مسل کر رکھ دیں گے لیکن وہ بھول رہے تھے اور اگر بھول نہیں رہے تھے تو بے خبر ضرور تھے کہ ہمارا آقا خیرالوریٰ، محبوب کبریا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت کے ابتدائی دور میں دنیوی لحاظ سے بے بس و بے کس ضرور تھا لیکن اس کو رسالت کے منصب پر فائز کرنے اور اصلاح خلق کی غرض سے اسے کل عالم کی طرف مبعوث کرنے والا اس کا آسمانی آقا ہرگز بے بس نہیں تھا۔ وہ ہمہ قدرت و ہمہ طاقت، قادر و توانا اور قدیر و مقتدر خدا ہمہ وقت اپنے مبعوث کردہ بندہ اخص کی پشت پر موجود ہوتا تھا۔ وہ انسانیت سوز مظالم ڈھانے والے صنادید قریش اور کفار مکہ کو اپنے قہر کا نشانہ بنا کر انہیں ان کی درندگی اور وحشت و بربریت کا مزہ چکھا سکتا تھا۔ اس نے اس وقت بھی دنیا پر آشکار کر دکھایا کہ اپنی طاقت اور کثرت تعداد پر گھمنڈ کرنے والے کفار مکہ اور دوسرے معاندین حق ظلم ناروا کی پاداش یعنی قہر خداوندی سے اگر بچے ہوئے ہیں تو اس کا موجب بھی رحمۃ للعالمین، فخر اولین و آخرین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال جذبہ عفو و درگزر ہی ہے۔ میں یہ بات محض عقیدت کے جوش میں نہیں کہہ رہا بلکہ یہ ایک ایسی مبرہن حقیقت ہے جس پر خود تاریخ گواہ ہے اور اس گواہی کی وجہ سے ہی تاریخ کو دائمی درخشندگی و تابندگی نصیب ہوئی ہے۔

ذرا تصور میں لائیے کفار کی اس درندگی و بربریت اور اس کے نتیجہ میں پہنچنے والی کربناک اذیت کو جو دعوت الی اللہ کی غرض سے اختیار کئے جانے والے سفر طائف کے دوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنا پڑی۔ اس وقت کی مخصوص صورت حال میں وہ ایسی اذیت تھی کہ جب ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت کوئی اور دن آپؐ کی زندگی میں آیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کی اس اذیت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جو آپ کو ضرب شدید کی وجہ سے بیہوش ہو جانے اور فتح کے وقتی شکست میں بدل جانے کی بناء پر پہنچی تھی حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا وہ دن جب میں نے طائف پہنچ کر وہاں کے رئیس عبد یا لیل کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے اور طائف کے دوسرے رؤسا نے میرے ساتھ جو سلوک کیا اور مجھے جس مشکل صورت حال سے دوچار ہونا پڑا اس کی وجہ سے وہ دن میرے لئے یوم احد سے بھی زیادہ سخت اور اذیت ناک تھا۔

دراصل حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد کفار مکہ کی ستم رانیوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ اس خیال سے کہ شاید اہل طائف قبول حق کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر اس کی اشاعت میں ممد و معاون ہو سکیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رنگ میں مکہ کو خیرباد کہہ کر تن تنہا طائف تشریف لے گئے۔ طائف کے رؤسا سرداران قریش سے کچھ کم ظالم و سفاک ثابت نہ ہوئے۔ انہوں نے پیغام حق سننے کے بعد اپنے ظالمانہ ردعمل کا اظہار اس طرح کیا کہ کتے چھوڑنے کے علاوہ بستی کے آوارہ و اوباش لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا اور انہیں حکم دیا کہ آپؐ کو بستی سے مار بھگائیں۔ پتھر مار مار کر انہوں نے آپؐ کی پنڈلیوں اور ایڑیوں کو لہولہان کر دیا۔ آپؐ اس حالت میں طائف سے نکل کر کئی میل چلنے کے بعد قرن ثعالیب نامی پہاڑیوں پر پہنچے اور ایک جگہ بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اب آپؐ کس طرف کا رخ کریں۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ چونکہ آپؐ نے کفار کی مخالفت اور شدید مخاصمت کے دوران مکہ چھوڑا تھا اس لئے آپؐ مکہ کے دستور کے مطابق سرداران قریش میں سے کسی ایک کی اجازت کے بغیر مکہ میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتے تھے اور الجھن درپیش یہ تھی کہ اب آپؐ جائیں تو کہاں جائیں اور جگہ جگہ طائف جیسی صورت حال کا مقابلہ کریں تو کیسے کریں۔ صورت حال کی یہ سنگینی آپؐ کے لئے فکر اور تشویش کا موجب بنی ہوئی تھی۔ اس ظاہری کسمپرسی اور گومگو کی حالت میں آپ اپنے زخموں سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور یہ دعا کرتے جاتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

یعنی اے میرے اللہ میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کے انجام اور اس کی پاداش سے بے خبر ہیں۔

اس وقت ملک الجبال آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام عرض کرنے کے بعد کہا اللہ نے مجھے آپؐ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپؐ جو حکم کریں اسے من و عن بجالاؤں۔ اگر آپؐ چاہیں تو آپؐ کی خواہش کی تعمیل میں میں اخشبان یعنی اطراف مکہ اور اطراف طائف کے سنگلاخ سلسلہ ہائے کوہ کو ایک دوسرے سے ملا کر انہیں ان کے درمیان بسنے والوں پر گرا دوں اور اس طرح انہیں صفحہ ہستی سے نابود کر دوں۔ ملک الجبال کی یہ بات سن کر "رحمۃ للعالمین" سخت مضطرب ہوئے اور اضطراب کی حالت میں فرمایا نہیں نہیں، میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔

بَلْ اَرْجُو اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا.

بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ زندہ رہیں اور ان کی پشتوں میں سے وہ نسلیں پیدا ہوں جو خدائے واحد کی حقیقی عبادت گزار ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانے والی ہوں۔

اس مصیبت کی گھڑی میں بھی اذیتیں پہنچانے والوں کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر اور ان کے ہدایت پانے کی تڑپ کا یہ عالم دیکھ کر ملک الجبال واپس چلا گیا۔ اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم النظیر عفو و درگزر کے طفیل مکہ اور اطراف مکہ اور اسی طرح طائف اور اطراف طائف میں بسنے والے سنگدل کفار پر عذاب الٰہی نازل ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اگر آپؐ اس لمحہ خدا تعالیٰ کے حضور رحم کی درخواست نہ کرتے تو اہل طائف سمیت کفار مکہ کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ مکی دور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے کس و بے بس تھے اور یہ کہ بجز صبر کے اس وقت عفو و درگزر کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ نہیں نہیں، اس ظاہری بے کسی اور بے بسی کے عالم میں بھی آپؐ صاحب اختیار و صاحب اقتدار تھے اور انسانیت سوز مظالم کا تختہ مشق بنانے والوں کو ان کے ظلم کا مزہ چکھانے کی پوری قدرت رکھتے تھے کیونکہ آپؐ کا ہمہ قدرت و ہمہ طاقت خدا ہر دم آپؐ کے

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
ARNEY'S
164 GARRAT LANE
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

DISTRIBUTORS OF CRIMPLENE/ VELVET & POLYESTER COTTON CLOTH/ QUILTS & BLANKETS/ PILLOWS & COVERS/ VELVET CURTAINS/ NYLON & SATIN FINISH BED SPREADS/ BED SETTEE & QUILT COVERS/ VELVET CUSHION COVERS/ PRAYER MATS/ ETC. ETC DIRECT SALE TO THE PUBLIC
CROWN TEXTILES,
138 ABBEY ROAD, BRADFORD, BD8 8DP
PHONE 0274 724 331/ 488 446
FAX 0274 730 121

ساتھ تھا اور فرشتوں کے لشکر آپؑ کے لب ہائے مبارک کی ایک جنبش پر ظلم ڈھانے والے کفار کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے لئے مستعد تھے لیکن غضب الٰہی کو دھیما کرنے اور رحمت خداوندی کو جوش میں لانے والا آپؑ کا بے مثال عفو و درگزر ان کے اور ان کی نسلوں کے لئے رحمتوں کے دروازے کھولنے کا موجب بنتا چلا گیا۔

مدنی دور میں ظاہری اقتدار مل جانے اور انتقام لینے کی مقدرت حاصل ہوجانے کے بعد تو "رحمۃ للعالمین" کے عفو و درگزر کا عالم ہی کچھ اور ہو گیا۔ اگر خالص مادی اور دنیوی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو قوت واقتدار اور سیاسی غلبہ و استیلاء کا نشہ اچھے اچھوں کا دماغ بگاڑ دیتا ہے۔ وہ اپنی قوت و طاقت اور دبدبہ و حکومت کا مظاہرہ کرنے اور محکوموں کے دلوں میں اپنی دہشت بٹھانے کی غرض سے بے کس و بے بس انسانوں پر ظلم کے ایسے پہاڑ توڑتے ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسے ظالم و مستبد فاتحوں کی احساس کمتری کی آئینہ دار اس ذہنیت کا اظہار ملکہ سبا کی زبان سے ان الفاظ میں کرایا ہے:

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۵﴾
(النمل:۳۵)

یعنی جب بادشاہ فاتح کی حیثیت سے کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو وہ اس میں اندھیر مچا دیتے ہیں اور اس کے باشندوں میں سے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا کرتے ہیں۔ ایسے مستبد فاتح ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔

لیکن دیکھئے وہ وجود باجود جسے خدا نے قیامت تک کے لئے "رحمۃ للعالمین" بنایا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ کو متعدد دفاعی جنگوں میں زیر کرنے کے بعد آخر دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ کس شان سے مکہ میں داخل ہوتا ہے اور اہل مکہ اطراف مکہ کے لوگوں اور ان کے دیگر حلیفوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ جس روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قطرہ خون بہائے بغیر دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ جنہوں نے مسلمانوں کو انسانیت سوز مظالم کا تختہ مشق بنانے میں ظلم و بربریت کے تمام ریکارڈ مات کر دیئے تھے اندر ہی اندر اپنی جگہ تھر تھر کانپ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ اگر آج مکہ کی سرزمین پر جگہ جگہ مقتل کھول دیئے جائیں اور ہمارا خون پانی کی طرح بہایا جائے تو ہم اس کے سزاوار ہیں۔ جب اہل مکہ کو صحن کعبہ میں آ جمع ہونے کے لئے کہا گیا تو وہ گھڑی ان کے لئے محشر کی گھڑی سے کم نہ تھی۔ وہ عجب امید و بیم اور خوف و رجاء کی ملی جلی حالت میں اپنے بارہ میں صادر ہونے والا فیصلہ سننے کے منتظر تھے۔ آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں خدائے رحیم کے سب سے رحیم بندے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے اذن عام کے رنگ میں اعلان فرمایا:

اِذْهَبُوا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ، لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ.

جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا اور معاف بھی کیا اس طرح کہ میں تمہارے کسی فعل پر ملامت نہیں کرتا۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معافی کا یہ اذن عام ہزاروں ہزار انسانوں کے بارہ میں جنہوں نے دشمنی اور خون آشامی کے اذیت ناک مظاہروں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی عدیم النظیر عفو و درگزر اور لطف و عنایت سربسر کا ایک ایسا بے مثل مظاہرہ تھا جس نے آن واحد میں بے شمار انسانوں کی کایا پلٹ دی۔ وہ جو پہلے خون کے پیاسے تھے دیکھتے ہی دیکھتے جاں نثار و فدا کار بنے بغیر نہ رہے۔ یوں محسوس ہوا ایک نئی زمین اور نیا آسمان معرض وجود میں آنے سے دنیا ہی بدل گئی ہے۔ معافی کا یہ اذن عام عفو و درگزر تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ مسلسل نازل ہونے والی رحمتوں کا موجب بنتا چلا گیا اور آگے چل کر اقوام عالم کی سرداری اور جہاں داری و جہانبانی کا اعزاز، انہی بادیہ نشین خوش بختوں کے حصہ میں آکر رہا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مکی دور اور مدنی دور سے تعلق رکھنے والی یہ دو مثالیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیم النظیر عفو و درگزر کے اس مہتم بالشان پہلو کو اجاگر کر رہی ہیں جس کی رو سے آپؑ نے پوری کی پوری عرب قوم کی خطاؤں، خون آشامیوں اور اذیت ناکیوں کو چشم زدن میں معاف کر کے اور کسی قسم کا انتقام نہ لے کے ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپؑ کا سراپا رحمت وجود تو زندگی بھر انفرادی رنگ میں بھی دشمنوں اور منافقوں کے خون آشام ارادوں اور اہانت کے آئینہ دار سلوکوں کو معاف فرما کر انہیں جود و کرم سے نوازتا اور دین و دنیا میں ان کی عاقبت سنوارتا رہا۔ ذرا یاد کیجئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کو۔ صحرائی راستوں سے پوری واقفیت رکھنے والا ایک اجڈ گنوار بدو سراقہ بن جعشم سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنے کے لالچ میں اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ایک لق و دق صحرائی راستہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ نکالتا ہے اور جب آپؑ کے قریب پہنچتا ہے تو اس کا گھوڑا بار بار ٹھوکر کھا کر ریت میں دھنس دھنس جاتا ہے۔ وہ بے بس اور خوف زدہ ہو کر معافی کا خواستگار ہوتا ہے اور اس حال میں معافی کا خواستگار ہوتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کا نام نہیں لیتا۔ لمحہ بھر کے لئے سوچئے کہ قتل کے ارادے سے آنے والے ایسے خونی دشمن کے ساتھ دنیا والے کیا سلوک کیا کرتے ہیں اور کوئی ہوتا تو خوف زدہ ہوجانے والے ایسے خونی دشمن کی چشم زدن میں گردن اڑا دیتا۔ مگر سراقہ کا واسطہ ہما شما سے نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین کے ساتھ تھا۔ آپؑ اسے معاف ہی نہیں فرماتے بلکہ اس کی خواہش پر اپنے اکیلے ہم سفر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرماتے ہیں کہ اسے آپؑ کی طرف سے امان دیئے جانے کی تحریر عطا کریں تاکہ جب خدائی وعدوں کے مطابق اسلام سرزمین عرب میں غالب آ جائے تو اس کافر و مشرک کو کوئی گزند نہ پہنچایا جائے بلکہ اس کے اور اس کے اہل و عیال کے جان اور مال کی حفاظت کی جائے۔ اسی پر بس نہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پیش گوئی کے رنگ میں فرماتے ہیں سراقہ! تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب تجھے کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ تاریخ اگرچہ اس بارہ میں خاموش ہے مگر میرا وجدان کہتا ہے کہ اس وقت رحمۃ للعالمین کے دل میں اس دشمن جان کے لئے رحم کا ایک خاص جذبہ پیدا ہوا اور ایسا جذبہ بجز رحمۃ للعالمین کے کسی اور کے دل میں پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ رحم کے اس جذبہ کے زیر اثر آپؑ نے اگر زبان قال سے نہیں تو زبان حال سے ضرور یہ عرض کیا ہو گا کہ اے خدا! تو نے اپنے وعدے کے مطابق میری جان تو بچا لی مگر یہ نادان تو مارا گیا اور سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنے سے محروم ہی رہا۔ خدا نے آپؑ کو بذریعہ کشف یہ اطلاع دی کہ سو اونٹوں کی تو حیثیت ہی کیا ہے ہم اس نادار بدو کو کسریٰ شہنشاہ ایران کے بیش بہا طلائی کنگن پہنائیں گے۔ سراقہ کو یقین نہ آیا اور نہ ہی آسکتا تھا۔ کہاں صحرائے عرب کا ایک اجڈ گنوار بدو اور کہاں شہنشاہ ایران کے طلائی کنگن! وہ جاں بخشی پر ہی دل ہی دل میں خوشی مناتا واپس رخصت ہوا۔ بعد میں اس نے اسلام قبول کیا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہونے پر جب مال غنیمت کے ساتھ کسریٰ کے کنگن بھی آپؓ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپؓ نے سراقہ کو طلب فرما کر اسے وہ کنگن پہنائے۔ یہ سب صدقہ تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عفو و درگزر کا جس سے آپؑ نے اس کسمپرسی کے عالم میں سراقہ کو نوازا تھا۔

پھر غور فرمایئے اور سوچئے ایسے ہی ایک اور واقعہ پر۔ کیا قیامت تک رونما ہونے والی نوع انسانی کی نسلیں فراموش کر سکیں گی اس عفو و درگزر کو جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مشرک بدو کے ساتھ اس وقت روا رکھا جب آپؑ غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے دوران ایک گھنے سایہ دار درخت کے ساتھ اپنی تلوار لٹکا کر وہاں استراحت فرما رہے تھے۔ اس بدو نے موقع پا کر چپکے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے آپؑ ہی کے خلاف سونت کر کھڑا ہو گیا اور غضبناک لہجے میں بولا اب تجھے میرے اس وار سے کون بچا سکتا ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جلال کے ساتھ فرمایا "اللہ" یعنی میرا قادر و توانا خدا مجھے بچائے گا۔ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منجانب اللہ تکوینی قوت سے مملو ہو کر "اللہ" کا لفظ اس جذبہ و جوش سے ادا کیا کہ اس مشرک پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور اس سراسیمگی میں تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پہ گر پڑی۔ آپؑ نے اپنی وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اس سے کہا اب بتا کہ تجھے میرے وار سے کون بچا سکتا ہے؟ وہ بتوں کی پرستش کرنے والا اللہ کا نام کیسے لیتا۔ وہ آپؑ ہی سے رحم کا طالب ہوا۔ آپؑ نے اسے اللہ کی طرف دعوت دی اور کہا کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔ اس نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا البتہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی آپؑ کے اور آپؑ کے ساتھیوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا۔ آپ نے فرمایا اگرچہ تو مجھے قتل کرنا چاہتا تھا تاہم میں تجھے معاف کرتا ہوں جا اور بے خوف و خطر ہو کر اپنی راہ لے۔ وہ اپنے قبیلہ کی طرف واپس لوٹ گیا اور انہیں سب ماجرا سنا کر کہا "جئتکم من عند خیر الناس" یعنی میں تمہارے پاس اس انسان کے پاس سے زندہ سلامت واپس لوٹ آیا ہوں جو تمام انسانوں سے بہتر اور افضل ہے۔

پھر یاد کیجئے عبداللہ بن ابی بن سلول سے بڑا منافق اور کون ہو گا۔ وہ کہلاتا ہی رئیس المنافقین تھا۔ وہ اوس و خزرج کے دو مدنی قبائل کو (جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہمی دشمنی دور کر کے بھائی بھائی بنا دیا تھا) ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا کر اور پرانی دشمنی جگا کر انہیں ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر ابھارتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو للکارنے پر آمادہ بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ نعوذباللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کا ذلیل ترین انسان قرار دے کر بدترین قسم کی اہانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کمال فراست و حکمت سے صورت حال کو سنبھال کر مسلمانوں کو دوبارہ ہوش میں لاتے ہیں اور اس طرح فتنہ رفع ہو جاتا ہے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے قتل کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ اس کا اپنا بیٹا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اسے اجازت دی جائے کہ وہ اپنے باپ کو اس گستاخی اور اہانت پر خود اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ رحمۃ للعالمین ارشاد فرماتے ہیں میں خود اپنے ساتھیوں کو قتل کرنے اور موت کے گھاٹ اتارنے والا نہیں بننا چاہتا بلکہ میں تو اس کے ساتھ عفو و درگزر اور رحمت کا سلوک کرنا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے اسے معاف ہی نہیں فرمایا بلکہ جب وہ بیمار ہو کر فوت ہوا تو آپؑ نے مزید رحمت کا سلوک فرماتے ہوئے اس کے کفن کے لئے اپنا ایک کرتہ مرحمت فرمایا اور پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

الغرض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت و رافت کے آئینہ دار اسوہ حسنہ سے نوع انسان کی تاریخ میں ایسے زریں ابواب کا اضافہ فرمایا ہے کہ آپؑ کا عدیم النظیر عفو و درگزر قیامت تک اپنی تابانی اور درخشانی سے اقوام عالم کے دلوں کو مسخر کرتا رہے گا اور اتباع و عشق رسول میں سب پر سبقت لے جانے والے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرو یعنی جماعت احمدیہ عالمگیر کے افراد جنہیں اس زمانہ میں حقیقی محبان رسول ہونے کا خصوصی شرف حاصل ہے اپنے قول و فعل سے سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو دنیا میں پھیلاتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ جملہ اقوام عالم لبیک لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ جمع ہوں گی اور عفو و درگزر کے سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے طفیل دنیا حقیقی صلح و آشتی کا گہوارہ بنے بغیر نہ رہے گی۔ اس وقت جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا یعنی اسلام اور ایک ہی پیشوا ہو گا یعنی رحمۃ للعالمین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ عظیم الشان انقلاب بخدا محبت رسول کے نام نہاد دعووں کی آڑ میں بات بات پر موت کی سزا کا قانون پاس کرانے والوں کے ذریعہ رونما نہیں ہو گا۔ یہ رونما ہو گا عفو و درگزر کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے اور اس طرح اقوام عالم کے دلوں پر فتح پانے والے حقیقی عشاق رسول کے ذریعہ اور وہ حقیقی عشاق رسول اس زمانہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبعین کے سوا اور کوئی نہیں۔

بقیہ

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

خطبہ جمعہ

محمد رسول اللہ اور قرآن ہر ایسے الزام سے پاک اور بلند تر ہیں جو آج کا مولوی اسلام اور محمد رسول اللہ اور قرآن پر لگا رہا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۹۴ء مطابق ۲۹ وفا ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام اسلام آباد، برطانیہ

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۞

اِذَا جَآءَکَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ قَالُوۡا نَشۡہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُ اللّٰہِ ۘ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوۡلُہٗ ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَکٰذِبُوۡنَ ۞ اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ جُنَّۃً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۞ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَہُمۡ لَا یَفۡقَہُوۡنَ ۞ وَ اِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ ؕ وَ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ ؕ کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ؕ یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ ؕ ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ ؕ قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ ۫ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ۞ وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا یَسۡتَغۡفِرۡ لَکُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَہُمۡ وَ رَاَیۡتَہُمۡ یَصُدُّوۡنَ وَ ہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ ۞ سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ ؕ لَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ۞ ہُمُ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰی مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنۡفَضُّوۡا ؕ وَ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لٰکِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَفۡقَہُوۡنَ ۞ یَقُوۡلُوۡنَ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡہَا الۡاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَ لِرَسُوۡلِہٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ لٰکِنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۞

(سورۃ المنافقون آیات ۱ تا ۹)

توہین رسالت کے نام پر جو مختلف ممالک میں یعنی اسلامی کہلانے والے ممالک میں تعزیراتی کاروائیاں کی جارہی ہیں اور اپنے دستوروں میں ان تعزیرات کو باقاعدہ دفعات کی صورت میں داخل کیا جارہا ہے اس سلسلے میں میں نے خطبات کے ایک سلسلے کا آغاز کیا تھا اور جماعت کو یہ بتایا تھا کہ چونکہ لمبا مضمون ہے ایک دو تین خطبوں کی بات نہیں اس لئے میں کوشش کروں گا کہ آئندہ جلسے کے خطبے پر کسی حد تک اس مضمون کو سمیٹوں اور پھر بقیہ حصے کو افتتاحی تقریر میں بیان کروں۔ آج میں نے جن آیات کی تلاوت کی ہے ان کا اس مضمون سے گہرا تعلق ہے۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے اس لئے موقع اور محل کے مطابق ان پر تفصیلی روشنی بعد میں ڈالی جائے گی لیکن سادہ ترجمہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

قرآن کریم فرماتا ہے جب منافقین تیرے پاس آتے ہیں یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم، تو گواہی دیتے ہیں کہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔ گواہی یہ دے رہے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے اللہ سب سے بہتر جانتا ہے کہ ہاں تو اللہ ہی کا رسول ہے اور اس کے باوجود خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جو یہ اعلان کر رہے ہیں جھوٹ بول رہے ہیں۔

اِتَّخَذُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ جُنَّۃً انہوں نے اپنی قسموں کو ایک ڈھال بنالیا ہے۔ کس غرض سے؟ فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ تاکہ اس بہانے بیچ میں داخل ہو کر اللہ کے رستے سے لوگوں کو روکیں۔ اِنَّہُمۡ سَآءَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۔ یقیناً بہت برا ہے جو یہ کرتے ہیں۔ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا یہ منافقین نہیں ہیں جو شروع ہی سے نفاق رکھتے تھے بلکہ ان منافقین کی بات ہو رہی ہے جو پہلے ایمان لے آئے تھے ایمان لانے کے بعد انہوں نے کفر کیا ہے "آمنوا ثم کفروا" پس صرف منافق ہی نہیں مرتد بھی ہیں اور یہ بہت ہی اہم حصہ ہے اس آیت کا کیونکہ اس سے صرف ایک مضمون پر نہیں بلکہ ایک دوسرے اہم مضمون پر بھی روشنی پڑتی ہے جو آجکل اسلامی ممالک میں مبحث بنا ہوا ہے یعنی مرتد کی سزا کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس صورت میں ان دونوں مضامین کو ایک جگہ اکٹھا کر رہا ہے۔ ایسے بدبخت منافقین کا ذکر کیا جارہا ہے جو یقیناً ایمان لے آئے تھے اور یقیناً بعد میں کافر ہو گئے یعنی ارتداد اختیار کر گئے۔ "فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ" اور بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی اب ان کے بچنے کا، ان کے دوبارہ ایمان لانے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ پس یہ اگر وہم کسی دل میں ہو کہ یہ دوبارہ ایمان لاسکتے تھے اس لئے ان سے نرمی کا سلوک کیا گیا۔ اس وہم کو قرآن کریم کی یہ آیت ہمیشہ کے لئے رفع کر دیتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آئندہ ایمان لانے، توبہ کرنے کا کوئی سوال باقی نہیں رہا کیونکہ خدا گواہی دے رہا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے فَہُمۡ لَا یَفۡقَہُوۡنَ ۞ اس کیفیت کو پہنچ چکے ہیں کہ ان کے سوچنے کی طاقت معطل اور ماؤف ہو چکی ہے، وہ بات نہیں سمجھ سکتے۔ وَ اِذَا رَاَیۡتَہُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُہُمۡ یہ معلوم، معروف لوگ ہیں ان کی جسمانی طرز ان کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھنے والی آنکھوں کو پسند آتے ہیں اور یہاں "تو" میں اگرچہ حضور اکرمؐ ہی مخاطب دکھائی دیتے ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم تو کسی کی ظاہری ٹھاٹھ باٹھ سے متاثر ہونے والے انسان نہیں تھے اس لئے بعض دفعہ رسول کے حوالے سے امت کے ہر فرد کو مخاطب کیا جاتا ہے تو مراد یہ ہے کہ اے سننے والے، اے دیکھنے والے جب تو ان لوگوں کو دیکھتا ہے تو ان کی ظاہری ٹھاٹھ باٹھ ان کے رہن سہن سے متاثر ہوتا ہے۔ وَ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِہِمۡ اور ایسی بناوٹ سے، ایسی لوچدار باتیں کرتے ہیں کہ جب بات کرتے ہیں تو تجھے ان کی باتیں بھی دلچسپ معلوم ہوتی ہیں تو کان لگا کے ان کی باتوں کو سنتا ہے۔ "کَاَنَّہُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡہِمۡ" لیکن اندر سے یہ حال ہے کہ منافق جیسے بزدل ہوتے ہیں یہ بھی سخت بزدل ہیں جیسے خشک لکڑیاں چن دی جائیں تو ذرا سا آگ کا شعلہ بھی ان کو بھڑکا دیتا ہے اور بھسم کر دیتا ہے خواہ آسمانی بجلی ہو یا زمین سے پیدا ہونے والی آگ ہو یہ لوگ محفوظ نہیں ہیں لیکن جب لکڑیاں چن کر رکھی جائیں تو بہت بھلی دکھائی دیتی ہیں۔ یورپ میں خاص طور پر سردیوں کے لئے لکڑیاں سجائی جاتی ہیں اور ناروے میں بہت رواج ہے بہت خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر ایک آسمانی بجلی کا شعلہ یا ایک دیا سلائی ان کو آگ لگادے تو ایک دم بھڑک کر وہ خاکستر ہو جاتی ہیں۔ تو فرمایا ان لوگوں کی اندرونی حالت یہ ہے دیکھنے میں بڑے اچھے سجے ہوئے اور اچھی طرح اپنی ذات میں قائم وجود دکھائی دیتے ہیں مگر خود ڈرتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ذرا سی کوئی آفت آئی تو ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوگی۔ "ہُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡہُمۡ" یہ ہیں دشمن ان سے بچ کے رہو۔ اگر ان کا علم نہیں کہ کون ہیں تو بچ کے کس سے رہو۔ صاف مضمون کھول دیا گیا ہے۔ نام لئے بغیر ہر اس شخص کا ذکر ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے زمانے میں جانا پہچانا منافق تھا۔

قٰتَلَہُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ اللہ کی لعنت ان پر یہ کہاں دور ہٹے جاتے ہیں۔ لیکن انسان کو قتل کا حکم یہاں بھی نہیں دیا۔ اللہ کی لعنت ہو ان پر لیکن کہیں اشارۃً یا کنایۃً یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں حق ہے مسلمانو کہ ان کا قتل و غارت کرو۔ وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ تَعَالَوۡا یَسۡتَغۡفِرۡ لَکُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَہُمۡ وَ رَاَیۡتَہُمۡ یَصُدُّوۡنَ وَ ہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ اتنی واضح ان کی شناخت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے زمانے میں جب ان آیات کا نزول ہوا ہے اس سے پہلے ہی صحابہ ان کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کو کہا کرتے تھے کہ تم توبہ کرو استغفار سے کام لو تو اللہ کا رسول تمہارے لئے استغفار کرے گا۔ وہ تو مجسم شفقت ہے اس لئے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو توبہ کر لو تاکہ خدا کے رسول کی استغفار تمہیں نصیب ہو۔ لَوَّوۡا رُءُوۡسَہُمۡ" وہ سر مٹکاتے ہیں وَ رَاَیۡتَہُمۡ یَصُدُّوۡنَ وَ ہُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَ اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ اور بھی خدا کی راہ سے لوگوں کو پھراتے ہیں، باز نہیں آتے اور تکبر میں مبتلا ہیں۔

پس اگر یہ معین لوگ نہیں تھے تو قرآن کریم نے کن کا ذکر فرمایا ہے کن کے پاس لوگ جایا کرتے تھے، ان کو سمجھایا کرتے تھے کون آگے تکبر سے سر مٹکایا کرتے تھے اور کون تھے جو

خدا کی راہ سے روکتے تھے اور باز نہیں آتے تھے اور مسلسل تکبر میں مبتلا رہے۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ برابر ہے ان پر خواہ تو ان کے لئے استغفار کرے یا نہ استغفار کرے۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے تو پھر استغفار سے کوئی ان کو فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ کیا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا استغفار ان کو عذاب سے بچا سکتا تھا؟ صحابہ اپنی خوش فہمی میں یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں پر ہم مہر کر دیں ان کو کسی نبی کا استغفار بھی بچا نہیں سکتا۔ ان کی تقدیر ہمیشہ کے لئے لکھی جا چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا برابر ہے ان پر خواہ تو ان کے لئے استغفار کرے یا نہ کرے۔ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اللہ ہرگز کسی صورت میں ان کو معاف نہیں فرمائے گا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ" ایسے شریر لوگ ہیں کہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ جو محمد رسول اللہ کے پاس ان کے ساتھ رہنے والے ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کیا کرو۔ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ پھر پیسہ دو یعنی لالچ بھی دیتے ہیں کہ اگر تم چھوڑ دو تو ہم تمہیں پیسہ دیں گے، ہم ہر طرح سے تمہاری خدمت کریں گے۔ آجکل جرمنی میں بھی یہ مہم چلی ہوئی ہے۔ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بوزنین احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور کثرت کے ساتھ وہاں روپیہ پیسہ پھینکا جا رہا ہے اور قطعی گواہیاں اس بات کی ہیں کہ سعودی عرب کا پیسہ وہاں پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے کیونکہ بعض مخلصین جو بوزنین ہیں بوزنین میں تبلیغ میں سب سے آگے اور بڑے ہمت والے باوقار انسان ہیں جن کی باتوں کا لوگوں پر اثر پڑتا ہے انہوں نے بتایا ہے کہ ان کو باقاعدہ پیش کش کی گئی ہے کہ ہم تمہیں اتنے ہزار ماہانہ دیا کریں گے یا اس سے بھی زیادہ اور تم کسی طرح احمدیت کو چھوڑ دو۔ انہوں نے صاف جواب دے دیا کہ میرا ایمان بکاؤ نہیں ہے تم اپنے پیسے اپنے پاس رکھو مگر کسی صورت بھی میں نہیں چھوڑ سکتا۔ تو جو اس وقت ہو رہا تھا وہ آج بھی ہو رہا ہے ہم اس کے عینی شاہد ہیں۔ پس قرآن کریم کا جو کلام ہے یہ دائمی اثر رکھنے والا ہے۔ انسانی فطرت سے تعلق رکھتا ہے۔ آغاز آدم سے قیامت کے دن تک کے واقعات انسانی فطرت کے حوالے سے اس میں بیان ہوئے ہیں جن میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ تو فرمایا جب وہ یہ کہتے ہیں کہ تم ان کو چھوڑ دو اور ہم تمہیں پھر اس کے نتیجے میں مالا مال کر دیں گے تو اللہ فرماتا ہے "وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" بیوقوف بھول جاتے ہیں کہ آسمان اور زمین کے خزانے تو اللہ کے پاس ہیں۔ یہ کسی کو کیا دیں گے۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ منافق ایسے بیوقوف لوگ ہیں کہ ان باتوں کو سمجھتے نہیں ہیں اور پھر يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ
ان میں ایسا بھی بدبخت ہے جو کھلم کھلا یہ اعلان کرتا ہے کہ ہمیں مدینہ لوٹنے دو وہاں کا سب سے

> **ہتک رسول کا مضمون اللہ کی ہتک سے شروع ہوتا ہے اور اللہ کی ہتک کا جہاں تک تعلق ہے قرآن کریم نے اس مضمون کو مختلف پیرایوں سے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور ایک بھی جگہ اللہ تعالیٰ کی ہتک کے نتیجہ میں انسان کو اختیار نہیں بخشا کہ وہ اس کو کسی قسم کی کوئی سزا خود دے۔**

معزز انسان نعوذ باللہ من ذلک وہاں کے سب سے ذلیل انسان کو نکال باہر کرے گا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ جیسے خزائن اللہ ہی کے پاس ہیں، عزتیں بھی سب اللہ ہی کے پاس ہیں اور اس کے رسول کے لئے ہیں "وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ" اور مومنوں کے لئے بھی۔ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" لیکن یہ منافق لوگ ہیں جو کچھ علم نہیں رکھتے۔

میں نے مضمون کا آغاز اس بات سے کیا تھا کہ سب سے اہم توہین تو اللہ کی ہے۔ اللہ ہی کی ذات سے تعلق میں ہر نیکی کا وجود ہوتا ہے ہر نیک شخص وجود میں آتا ہے خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول ہو۔ تمام عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اللہ کی عزت کو چھوڑ کر پھر کوئی عزت بھی باقی نہیں رہتی۔ پس ہتک رسول کا مضمون اللہ کی ہتک سے شروع ہوتا ہے اس کو نظر انداز کرکے تم کن باتوں میں پڑ گئے ہو اور اللہ کی ہتک کا جہاں تک تعلق ہے قرآن کریم نے اس مضمون کو مختلف پیرایوں سے کھول کھول کر بیان فرمایا ہے اور ایک بھی جگہ اللہ تعالیٰ کی ہتک کے نتیجے میں انسان کو اختیار نہیں بخشا کہ وہ اس کو کسی قسم کی کوئی سزا خود دے۔ ایک آیت میں اس سے پہلے پڑھ چکا ہوں اس کے حوالے سے بات کر چکا ہوں اب ایک اور پہلو سے، قرآن کریم کا اسلوب بڑا عجیب ہے، ایک اور پہلو سے اس مضمون کو چھیڑتا ہوں جس کا قومی عقائد سے تعلق ہے۔ قومی عقائد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ یہ بیان فرما رہا ہے کہ بعض مذاہب کے عقائد ایسے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی توہین پائی جاتی ہے اور ان میں سب سے زیادہ توہین آمیز عقیدہ عیسائیت کی طرف منسوب فرمایا گیا وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا یہ اعلان کرتے ہیں کہ رحمٰن خدا نے بیٹا بنا لیا ہے لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا دیکھو تم بہت ہی سخت بہت بری بات کر رہے ہو۔ اتنی بری بات ہے کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا
یہ بات اتنی خطرناک ہے کہ اس سے آسمان پھٹ سکتے ہیں اور زمین دو نیم ہو سکتی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتی ہے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو سکتے ہیں۔ جس کا خدا یہ ایمان ہو اس کی طرف سے اس سے بڑی گستاخی نہیں ہو سکتی کہ اس نے اپنے بیٹے بنا لئے ہیں یا اس کی کوئی اولاد ہے اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کس بات سے آسمان پھٹ سکتے ہیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتی ہے، دوبارہ دہرایا ہے اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کہ انہوں نے رحمٰن کی طرف اولاد منسوب کر دی ہے وَمَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا حالانکہ اللہ کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنا لے اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وہ اللہ کے حضور ایک غلام کی صورت میں حاضر ہوگا۔ ایک مخلوق، ایک بندے کی صورت میں حاضر ہوگا اور کوئی شخص اس کے بیٹے کے طور پر اس کے حضور حاضر نہیں ہوگا لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا اللہ تعالیٰ نے ان کا گھیرا ڈال رکھا ہے اور ان کی گنتی سے خوب باخبر ہے جانتا ہے کہ یہ کتنے لوگ ہیں کون ہیں کیا کچھ کرتے ہیں وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ان میں سے ہر ایک، ایک ایک کرکے، انفرادی طور پر خدا کے حضور حاضر ہوگا۔ یہ ہے وہ توہین خداوندی جو ایک مذہبی عقیدے کی بنیاد کے طور پر قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اور اتنا سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ قریب ہے اس عقیدے سے آسمان اور زمین اور پہاڑ پھٹ پڑیں لیکن اس کے باوجود انسان کو اختیار نہیں بخشا کہ وہ خدا کی گستاخی کرنے والوں کو کوئی بدنی سزا دے۔ (سورۃ مریم آیات ۸۹ تا ۹۶)

پھر سورۃ کہف (آیات ۵ و ۶) میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے اور فرماتا ہے "كَبُرَتْ كلمة تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ" بہت ہی خطرناک بات، بہت ہی ظالمانہ بات ہے "کبرت" حد سے بڑھی ہوئی، حد سے تجاوز کی ہوئی بات ہے "اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا" سوائے جھوٹ کے یہ لوگ اور کچھ نہیں کہتے۔ یہ تو قرآن کریم کا بیان ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی توہین کا تعلق ہے اور مختلف جگہوں میں مختلف صورتوں میں جہاں تاریخ انبیاء کا ذکر ہے وہاں ان کے معاندین کا، خدا تعالیٰ کا تحقیر سے ذکر کرنا بھی بیان ہوا ہے ایک کے بعد دوسرے نبی کی تاریخ آپ پڑھتے چلے جائیں قرآن سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام قرآن میں اس بات کی قطعی گواہیاں موجود ہیں کہ انبیاء کے مخالفین نے اللہ تعالیٰ کی گستاخیاں کیں اور اسی وجہ سے آنحضرت کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو ان کی باتوں سے دل آزار مت ہو یہ ظالم تو اللہ کے خلاف بھی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول کی ہتک کو اس طرح ایک جگہ باندھ دیا اور نصیحت صبر کی فرمائی، نصیحت اعراض کی فرمائی۔ کہیں یہ نہیں کہا کہ اس کے نتیجے میں تلوار ہاتھ میں لو اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ جہاں تک عمومی تکذیب کا تعلق ہے میں نے وہ سب آیات اس لئے چھوڑ دی ہیں کہ ہر قرآن کا قاری جانتا ہے، بہت زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وقت تھوڑا ہے لیکن کوئی دنیا کا مولوی ایک بھی ایسا نہیں جو اس اعلان کا جو میں یہاں کر رہا ہوں اس کا انکار کر سکے۔ قرآن کریم کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خلاف گستاخانہ جملوں کا ذکر فرماتا ہے خدا کی تضحیک، خدا کے ساتھ تمسخر کا ذکر فرماتا ہے اور کسی ایک جگہ بھی انسان کو اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی ان گستاخیوں کا بدلہ اپنے ہاتھ میں لے۔

کتاب اللہ کی تضحیک کا جہاں تک تعلق ہے صرف قرآن ہی کی نہیں اس سے پہلے تمام کتب کی تضحیک کی گئی اور قرآن کی بطور خاص تضحیک کی گئی سورہ نساء آیت ۱۴۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

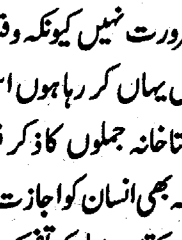

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ
کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کتاب میں یہ تعلیم نازل فرمائی ہے یعنی عرش سے یہ تعلیم اتاری ہے تمہارے لئے کہ جب بھی تم سنو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جائے اور ان سے تمسخر کیا جائے۔ اور یاد رکھیں کہ "آیات اللہ" کا مضمون بہت ہی وسیع ہے تمام انبیاء بھی "آیات اللہ" میں شامل ہیں اور تمام کتب "آیات اللہ" میں شامل ہیں تو فرمایا کہ تمہارے لئے ہم نے آسمان سے اس کتاب یعنی قرآن میں یہ تعلیم نازل فرمائی ہے کہ جب بھی تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جاتا ہے یا ان سے تمسخر کیا جاتا ہے تو کیا کرو؟ تلواریں لے کر ان لوگوں کی گردنیں اڑادو!؟ ہرگز نہیں "فلا تقعدوا معھم" ان کے پاس نہ بیٹھا کرو۔ ہمیشہ کے لئے بائیکاٹ ہے!؟ وہ بھی نہیں۔ فرمایا "حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیرہ" ہاں جب وہ دوسری باتیں شروع کریں تو معاشرے کے جو ملنے جلنے کے آداب ہیں ان کے مطابق ان سے بے شک ملنا جلنا رکھو لیکن اس مجلس میں نہیں بیٹھنا جس میں خدا تعالیٰ کی آیات کی گستاخی ہو رہی ہو۔ یہ قرآنی تعلیم اور قرآنی سزا ہے جو اتنی وضاحت سے پیش کی گئی ہے کہ فرمایا ہے کہ آسمان سے ہم نے تمہارے لئے بطور خاص یہ تعلیم اتاری ہے اگر تم بیٹھو گے ان کے ساتھ تو کیا ہو گا اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ خدا کو تو کوئی نقصان نہیں، اس کے رسولوں کو اس کی آیات کو تو کوئی نقصان نہیں، فتویٰ یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو ضائع کر بیٹھو گے۔ اور تم ان جیسے نہ ہو جاؤ اس لئے ہم تمہیں بچانے کی خاطر یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اس موقع پر ان سے اٹھ کر الگ ہو جایا کرو۔ جہاں تک ان کی سزا کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا اس کی پرواہ نہ کرو۔ یہ اللہ کا کام ہے تمام منافقین اور تمام کافروں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ (الانعام: ۶۹)

اور اے مخاطب! اول مخاطب چونکہ واحد ہیں اس لئے اول مخاطب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں تمسخر کرتے ہیں، تضحیک سے کام لیتے ہیں اور کئی کئی قسم کی باتیں بناتے ہیں فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ" ان سے اعراض کر، ان سے منہ پھیر لے حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں پھر ان سے دنیاوی روابط رکھے جاسکتے ہیں۔

یہ ہے عظمت قرآن۔ یہ ہے کلام اللہ کا حوصلہ اور جگرا۔ یہ وہ تعلیم ہے جو مسلمانوں کے علاوہ بطور خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دی گئی۔ ان آیات کے ہوتے ہوئے اس کے مخالف کوئی معنے نشر کرنا یا قبول کرنا سراسر قرآن اور خدا کی گستاخی ہے۔ پس اگر گستاخی کی کوئی سزا ہے تو ان لوگوں کو ملنی چاہئے جو واضح طور پر قرآن کریم کی کھلی کھلی تعلیم کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور اس تعلیم کا انکار کرتے ہیں جو اللہ نے بطور خاص آسمان سے ان کے لئے نازل کی ہے اور اپنے من مانے معانی قرآن کو پہنانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب بھی اپنے حق میں کوئی دلیلیں پیش کرتے ہیں ان آیات پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ ذکر تک نہیں ملتا ان آیات کا ان کی باتوں میں۔ حالانکہ انصاف کا تقاضا، تقویٰ کا تقاضا یہ تھا کہ اگر ایک مضمون کو چھیڑا گیا ہے اور اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں موجود ہیں تو ان کو نظر انداز کر کے تم کوئی استدلال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ان کو لو، اکٹھا کرو، پھر دیکھو کہ قرآن کریم کی کھلی کھلی محکمات کیا تعلیم دے رہی ہیں اور کیا بات تم پر کھول رہی ہیں۔ اس کے خلاف جو کچھ بھی ہے وہ رد کرنے کے لائق ہے۔

> **بعض مذاہب کے عقائد ایسے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی کھلی کھلی توہین پائی جاتی ہے اور ان میں سب سے زیادہ توہین آمیز عقیدہ عیسائیت کی طرف منسوب فرمایا گیا کہ رحمان خدا نے بیٹا بنا لیا ہے لیکن اس کے باوجود انسان کو اختیار نہیں بخشا کہ وہ خدا کی گستاخی کرنے والوں کو کوئی بدنی سزا دے۔**

جو تعلیم آج مسلمان ملکوں میں بعض ازمنہ وسطیٰ سے تعلق رکھنے والے علماء کی طرف سے دی جارہی ہے اس کے نتیجے میں مسلمانوں کا مزاج بگاڑا جارہا ہے اور ایسا خوفناک مزاج ان کو عطا کیا جارہا ہے جن کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ وہ صرف گستاخی ہی کے مرتکب نہیں بلکہ سارے عالم اسلام میں اسلام کی بدنامی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ایسے دوغلے ہیں کہ جب مغربی ملکوں میں آتے ہیں تو اور تعلیمیں دلاتے ہیں۔ کہتے ہیں اسلام تو بڑے حوصلے کا مذہب ہے سب سے برابر کا سلوک کرتا ہے ہر شخص کے خواہ وہ کافر ہو، خواہ وہ مومن ہو، حقوق سب برابر ہیں یہاں تک کہ مولوی انگلستان میں یہ اعلان کرتے رہے کہ ہمارے اور احمدیوں کے ہمارے ملک میں حقوق بالکل برابر ہیں کوئی بھی فرق نہیں اور عیسائیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہندوؤں کو کوئی خطرہ نہیں۔ یہ غیر ملکوں کے اعلانات ہیں اور اپنے ملک میں جو اعلانات ہوتے ہیں وہ کیا ہیں اور کیا کردار بنا رہے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہتک کے الزام میں ایک شخص کو عدالت میں پیش کئے بغیر محض ملاؤں کے اعلان کے نتیجے میں گوجرانوالہ میں جس جلادی کے ساتھ جس ظالمانہ طور پر مارا گیا ہے اس کے واقعات پڑھ کے لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حافظ سجاد فاروق آف گوجرانوالہ کو ۱۲ اپریل کو اس الزام پر کہ اس نے قرآن کریم کی توہین کی ہے اور اسے جلایا ہے، یہ الزام کیسے لگا اس پر؟ وہ چائے بنا رہا تھا ابلتا ہوا پانی غلطی سے اس سے پاس قرآن کریم رکھا ہوا تھا اس پر جا پڑا۔ اس بے چارے نے استغفار کے رنگ میں توبہ کے رنگ میں کہا اوہو ہو مجھ سے کیا گناہ ہو گیا، قرآن جل گیا ہے۔ اس کی بیوی نے بلند آواز سے کہا اوہو ہو کیا ظلم ہو گیا ہمارے ہاں میاں کے ہاتھ سے قرآن جل گیا وہ پتلی دیوار تھی ہمسایوں نے اس بات کو سن لیا۔ انہوں نے شور مچایا مولویوں تک بات پہنچی، ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ سارا محلہ، ارد گرد سے لوگ بلوائی بن کر اکٹھے ہو گئے پولیس لائی گئی پولیس کے ہاتھوں زبردستی چھین کر اس بے چارے کا جو حشر کیا گیا۔ بغیر پوچھے بغیر وضاحت طلب کئے وہ یہ تھا۔ یہ ایک خبر کے حوالے سے میں آپ کو بتا رہا ہوں مساجد سے اعلان کیا گیا اور لوگوں سے کہا گیا کہ وہ تھانے پہنچ جائیں اور پولیس سے چھڑا کر اس شخص کو خود سزا دیں مساجد سے ہی قتل کا فتویٰ جاری کیا گیا ہزاروں لوگوں نے تھانے پر حملہ کیا اسے سنگسار کرنے کے لئے پولیس سے زبردستی چھڑوا لیا اور ننگا کر کے، یہ قرآنی تعلیم پر عمل ہو رہا ہے، ننگا کر کے سنگسار کرنا شروع کیا۔ وہ اللہ کے واسطے دیتا رہا کہ سب جھوٹ ہے میں قرآن کی عزت کرنے والا ہوں اور کسی نے اس کی بات کو نہ سنا۔ وہ حافظ قرآن تھا جس کے اوپر یہ الزام لگایا جارہا ہے اس کے بعد اس کی نعش کو جلایا گیا اور جلی ہوئی نعش کو موٹر سائیکل کے پیچھے باندھ کر شہر کی گلیوں میں گھسیٹا گیا اور پھر اس جلی ہوئی گھسیٹی ہوئی نعش پر سنگ باری کی گئی۔ آخر پولیس نے مسخ شدہ لاش حاصل کی اور پولیس کے اہل کار اسے رات کے اندھیرے میں لے کر قبرستان میانی صاحب میں دفن کر آئے۔ یہ ایک اور دلچسپ بات ہے۔ احمدی اگر ان کے قبرستان میں دفن ہو جائے تو ان کے سارے جو مدفون ہیں ان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہیں خدا ان کو بھی جہنم میں نہ ڈال دے کہ احمدی کیوں پاس دفن ہو گیا۔ وہ شخص اگر واقعی ایسا مردود تھا کہ اس نے قرآن کریم کی ہتک کی تھی تو قطع نظر اس کے کہ قرآن کیا کہتا ہے ان کے نزدیک اس سلوک کے لائق تھا جو اس سے کیا گیا ہے اور وہ میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہے کسی اور مردے کو خطرہ لاحق نہیں ہوا۔ مگر یہ تو ضمنی بات ہے۔

یہ وہ ظالمانہ کردار ہے جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف، قرآن کی طرف منسوب کرنا اتنی بڑی گستاخی ہے کہ اگر کسی گستاخی کی کوئی سزا ہے تو اس گستاخی کی سزا ہونی چاہئے۔ قرآن تو سزا نہیں پیش کرتا۔ حدیث سے تو کوئی سزا ثابت نہیں۔ لیکن جن لوگوں کے نزدیک ہے انہوں نے ان مولویوں کا منہ کیوں کالا نہیں کیا کیوں ان کو نہیں پکڑا کہ تم نے بڑی بدبختی کی ہے انصاف کے سارے تقاضے بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کو پارہ پارہ کرتے ہوئے تم نے قرآن کی طرف غلط تعلیم منسوب کی۔ محمد رسول اللہ کے کردار کی طرف غلط تعلیم منسوب کی اور پھر اپنی طرف سے خود ہی منصف اور خود ہی عادل بن بیٹھے اور فیصلہ وہ کیا جس کا عدل سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ جن ملکوں میں یہ خوفناک مزاج پیدا کیا جا رہا ہو اس کی پہچان اس سے بڑھ کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی مولوی بدبخت سے بدبخت مولوی اگر اس کو کہا جائے کہ خدا کی قسم کھا کے یہ اعلان کرو کہ میرے نزدیک حضرت محمدؐ رسول اللہ کے وقت میں ایسا واقعہ ہوتا تو محمدؐ رسول اللہ اور آپؐ کے ساتھی یہ حرکتیں کرتے، کبھی ایسی قسم کھانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے جانتا ہے کہ قرآن اور محمد رسول اللہ کی

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET,
BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

سنت سے ان باتوں کا کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔

جہاں تک انبیاء کی توہین کا تعلق ہے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ چند آیات نمونۃً میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں مسلسل انبیاء کی توہین کا ذکر چلتا ہے اور کسی ایک جگہ بھی انسان کو اس توہین کے نتیجے میں توہین کرنے والے کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیا گیا۔

فرماتا ہے " كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (الذاریات: ۵۳) اسی طرح ان سے پہلے جو رسول آتے رہے ہیں یعنی پہلے رسولوں کا ذکر ہے ان کا ذکر کر کے فرمایا اسی طرح ان سے پہلے بھی جو رسول آتے رہے ہیں جب بھی آتے تھے ان کو ان کے مخالفین نے کہا یا ان کو جادوگر کہا یا پاگل قرار دیا۔ اور پاگل اور جادوگر قرار دینا کیا مولویوں کے نزدیک عزت کے کلمات ہیں یا تذلیل کے کلمات ہیں۔ اگر تذلیل کے کلمات ہیں تو بتائیے ان کی کہاں سزا قرآن کریم نے مقرر فرمائی ہے یہ آیت سورہ الذریت سے لی گئی ہے۔

سورہ یٰسین آیت ۳۱ میں ہے مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ" ایک بھی رسول ان بدبخت دنیا والوں کے پاس نہیں آیا مگر ضرور اس سے وہ ٹھٹھا کرتے رہے اور تمسخر اڑاتے رہے۔ کیا اس کا نام ہتک رسالت ہے یا نہیں ہے یہ سوال اٹھتا ہے۔ اگر رسولوں سے مذاق اڑانا گستاخی نہیں ہے اور ہتک نہیں ہے تو پھر ہتک کا تمہارا تصور کیا ہے اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو اس کی سزا قرآن کریم نے کہاں مقرر فرمائی ہے۔

پھر فرمایا " وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ" (زخرف: ۸) میں بھی یہی مضمون ہے۔

> **قرآن کریم کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خلاف گستاخانہ جملوں کا ذکر فرماتا ہے۔ خدا کی تضحیک، خدا کے ساتھ تمسخر کا ذکر فرماتا ہے اور کسی ایک جگہ بھی انسان کو اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی ان گستاخیوں کا بدلہ اپنے ہاتھ میں لے۔**

سورۃ الاعراف آیت ۶۱ کے حوالے سے ہے نوح کو ان کی قوم نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ہم تمہیں اول درجے کا گمراہ پاتے ہیں کھلا کھلا ضلالت والا، راہ راست سے ہٹا ہوا۔ مولویوں کے نزدیک پتہ نہیں یہ ہتک ہے یا نہیں ہے مگر میں عام انسان کو جس کی عقل اس قدر مسموم نہیں ہو چکی کہ اپنے عقائد کے چکر میں پڑ کر اس میں سوچنے کی طاقت بھی نہ رہی ہو، ان کو مخاطب کرتے ہوئے میں بتاتا ہوں کہ یہ مسلسل ہتک کی باتیں ہیں اور شدید گستاخی کے واقعات ہیں جو قرآن کریم کی رو سے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پیش آتے رہے۔ پھر حضرت نوحؑ کو کہا "قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ" (القمر: ۱۰) کہ یہ شخص مجنون ہے اور ایسا دھتکارا ہوا ہے جو چاہے اس کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کا سلوک کرے اسے ذلیل و رسوا کرے کھلی چھٹی ہے۔ حضرت نوحؑ کے متعلق کہا "اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ" (المومنون: ۲۶) "اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ" اس کو تو جن چڑھ گیا ہے اور جن چڑھنا شیطان چڑھنا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہا قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ (الانبیاء: ۶۹) کہ یہ ایسا شخص ہے کہ اس کی سزا آگ میں جلائے جانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اگر تم اپنے معبودوں کی مدد کرنا چاہتے ہو تو اس کو آگ میں جلا دو۔ یہ عزت افزائی کے کلمات ہیں جو قرآن کریم نے ابراہیمؑ کے واقعات میں بیان فرمائے ہیں!؟

پھر لوطؑ کے متعلق کہا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ (الشعراء: ۱۶۸) انہوں نے لوطؑ سے کہا کہ اگر تو باز نہیں آئے گا تو ہم تجھے ضرور دیس نکالا دے دیں گے اپنے ملک سے نکال باہر کریں گے۔

اور حضرت صالحؑ سے کہا قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (الشعراء: ۱۵۴) کہ تجھ پر تو جادو ہو چکا ہے اپنی ہوش عقل ٹھکانے نہیں رہے جادو والے سے ہم کیا بات کریں۔ پھر مزید اس پر یہ بات بڑھائی۔ "بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ" (القمر: ۲۷) وہ بہت سخت جھوٹا اور حد سے بڑھا ہوا ہے اپنی بے راہروی میں۔

حضرت ہودؑ کے متعلق الاعراف: ۶۷ میں لکھا ہے قوم نے کہا اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ اے ہود ہم تو تجھے بہت ہی بیوقوف دیکھ رہے ہیں پرلے درجے کا احمق انسان ہے وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ صرف یہی نہیں ایک بیوقوف اوپر سے جھوٹا یعنی جیسے کہتے ہیں کریلا اور نیم چڑھا تو کہتے ہیں بیوقوف تو خیر تو ہے ہی اوپر سے جھوٹا بھی نکلا ہے۔ یہ عزت افزائی کے کلمات مولویوں کے نزدیک ہوں گے کیونکہ ان میں کوئی سزا مقرر نہیں اگر ہتک رسول ہوتی تو سزا بھی تو ہونی چاہئے تھی۔

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متعلق فرعون نے کہا اور فرعون کی قوم نے "اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ" (المومنون: ۴۸) کیا ان جیسے عام انسانوں کی ہم اطاعت کریں جبکہ ان کی قوم ہماری عبادت کر رہی ہے۔ عابدون کا مطلب غلام ہے اور چونکہ اس میں عبادت کا مفہوم بھی ہے تو غلامی اس حد تک پہنچ جائے کہ گویا کسی مالک کی کسی آقا کی پرستش شروع ہو جائے۔ یہ دونوں مضمون اس ایک لفظ میں داخل ہیں۔ ہمارے غلام، ہمارے نوکر چاکر ان کی مجال کیا ہے یہ تو گویا ہماری عبادت کرتے ہیں اور ان لوگوں میں سے یہ موسیٰ ہو اور ہارون اور ہم انکی اطاعت کرنی شروع کر دیں یہ کیسے ممکن ہے۔

حضرت شعیبؑ کے متعلق "قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ" وہی مسحرین کا الزام جو حضرت صالحؑ پر لگایا گیا تھا شعراء آیت ۱۸۵ میں درج ہے کہ حضرت شعیبؑ پر بھی لگایا گیا۔ الشعراء: ۱۸۷ میں ہے "اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ" ہم تو سوائے اس کے کچھ نہیں جانتے کہ تو یقیناً جھوٹا ہے۔ انبیاء پر الزام کی تو یہ داستان ہے۔

انبیاء کے مقدس خاندان اہل بیت سے تعلق رکھنے والوں اور ان کی ماؤں پر بھی تو الزام لگائے گئے اور وہ بھی ایسی چیز ہے جس سے بہت اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ عام دنیا دار اللہ کی ہتک پر اتنے مشتعل نہیں ہوا کرتے جتنے اپنے انبیاء اور ان کے رشتے داروں کی گستاخی پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ تو ایک طرف تو عیسائیوں کا وہ عقیدہ بیان کیا گیا جو موحدین کو مشتعل کرنے والا تھا۔ اب یہودی موحدین کا وہ عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے جو عیسائیوں کے لئے جائز وجہ اشتعال رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کسی سزا کا کوئی اعلان نہیں فرمایا "وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا" (النساء: ۱۵۷) کہ یہود ایسے ظالم لوگ ہیں کہ صرف کفر نہیں کیا بلکہ مسیح کی ماں پر نہایت ناپاک الزام لگایا جس کے نتیجے میں مسیح بھی ایک جائز انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہا۔ کیا یہ ہتک عزت نہیں ہے؟ کیا یہ رسول اور اس کی ماں اور ان دونوں کی ایسی ہتک نہیں ہے کہ اگر کوئی سزا مقرر ہونی چاہئے تو یہاں اعلان ہو جانا چاہئے تھا کہ اس کی یہ سزا ہے!۔ تو پھر تم ان باتوں کو کس کھاتے میں ڈالو گے۔ کیسے ان آیات کے ہوتے ہوئے ان قوموں سے سلوک کرو گے۔ اگر اپنی من مانی کرنی ہے تو ہر ہتک کے نتیجے میں قتل لازم ہے اس لئے اگر تقویٰ کا ادنیٰ سا بھی شائبہ تمہارے اندر پایا جاتا ہے تو اس اعلان کے بعد ایک طرف عیسائیوں کے قتل و غارت کے لئے تلواریں سونت لو اور نکل کھڑے ہو دوسری طرف یہود کو فنا کرنے کے لئے ان پر حملہ آور ہو جاؤ اور یہ نہ دیکھو کہ اس راہ میں تمہاری جان جاتی ہے کہ ان کی جاتی ہے۔ اگر یہ دیکھنا ہے تو پھر غیرت کون سی ہوئی۔ غیرت تو وہ ہوا کرتی ہے کہ جب مثلاً ماں کی بے عزتی ہو تو بچے خواہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں بڑے سے بڑے ظالم کے سامنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ غیرت تو مرغی سے سیکھو کہ جب اس کے بچوں پر چیل جھپٹتی ہے تو وہ تن جاتی ہے اور چیل کے سامنے اٹھتی ہے اور اس کے مقابلے کے لئے اڑانیں کرتی ہے۔ جب خونخوار کتا جس کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں اس کے چوزوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس کی جان پر کیا بنے گی وہ بھرتی ہوئی اس کتے پہ جا پڑتی ہے۔ یہ عام جانوروں کی غیرت ہے، تم ایسے ظالم لوگ ہو کہ خدا اور رسول کی عزت کی غیرت کے حوالے دیتے ہو اور قرآن میں جہاں جہاں ان کی بے عزتیوں کا ذکر ہے ان سے آنکھیں بند کر کے گزر جاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہاں نہیں۔ عیسائی بہت طاقتور لوگ ہیں ان کو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہودی بہت طاقتور ہیں ان کو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہم تو وہیں اپنی غیرت کا مظاہرہ کریں گے جہاں ہم اتنے طاقتور ہوں کہ ہمارے قتل کے نتیجے میں ہمارے منہ پر خراش بھی نہ آسکے۔ اسلامی غیرت کا یہ تصور ہے!؟ کس کس جگہ انہوں نے اسلام کو بدنام کیا ہے وہ شمار میں نہیں آسکتیں باتیں۔ اب آگے چلئے یہ بھی کہتے ہیں کوئی ایسی بات نہیں۔ حضرت مریمؑ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہود، رکھتے پھریں ہمیں کیا اس سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ سب بے عزتیاں برداشت خدا کی بے عزتی برداشت مگر محمد رسول اللہ کی بے عزتی ہم برداشت نہیں کر سکیں گے۔

آیئے اب قرآن کریم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی ہتک کے واقعات کا

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

اوران کے نتیجے میں پیدا ہونے والے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۝ (الفرقان:۵)

یہ کہتے ہیں کہ یہ سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں جو محمدؐ نے خود گھڑ لیا ہے اور یہی نہیں یہ ایک اور قوم کا ایجنٹ بھی ہے "واعانہ علیہ" اس جھوٹ، افتراء باندھنے میں اور گھڑنے میں ایک دوسری قوم نے اس کی مدد کی ہے، اپنے لوگ نہیں ہیں۔ "اخرون" سے مراد ہے کوئی باہر کی قوم ہے جو اس کی مدد کے لئے آئی ہے "فقد جآءو" انہوں نے مل کر یہ شرارت کی ہے "جآءو ظلماً و زوراً" بہت بڑا ظلم کمایا ہے ان لوگوں نے مل کر اور بہت بڑا جھوٹ گھڑا ہے۔ کیا یہ ہتک رسول ہے یا نہیں؟! اگر نہیں تو تمہاری منطق کیا ہے تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ ہتک اور کس کو کہتے ہیں۔ اور اگر ہے تو اس کی سزا بتاؤ قرآن کریم میں کہاں لکھی ہے؟

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝

(الفرقان:۶)

اور اسی پر بس نہیں کی انہوں نے کہا یہ تو پرانے لوگوں کی باتیں ہیں "اکتتبھا" محمد رسول اللہ نے، رسول اللہ تو میں کہہ رہا ہوں یعنی ان کے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) نے "اکتتبھا" اسے لکھوا رکھا ہے، کسی کی مدد سے لکھوا لیا ہے "فھی تملٰی علیہ بکرۃ و اصیلاً" یہ جانتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ پڑھے ہوئے نہیں ہیں اس لئے لکھوایا بھی کسی سے اور کوئی اور پڑھنے والا صبح شام ان پر یہ باتیں پڑھ کے سناتا ہے تاکہ یہ بھول نہ جائیں۔

پھر سورۃ المومنون کی آیات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان ظالموں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو کیا کیا کہہ کر اذیتیں پہنچائیں کہا اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ اِفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا انہوں نے کہا کہ ایسا شخص ہے جس نے خدا پر جھوٹ کا طومار باندھ رکھا ہے وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ہم ایسے شخص پر ایمان ہرگز نہیں لا سکتے۔ محمد رسول اللہ نے کیا جواب دیا اپنے غلاموں کو یہ تلقین فرمائی کہ اٹھو تلواریں سونتو اور ان کے سر تن سے جدا کر دو! ہرگز نہیں۔ "قال رب انصرنی بما کذبون" اے میرے رب تو میری مدد فرما اس وجہ سے کہ لوگ مجھے جھٹلا چکے ہیں میرا کوئی اختیار نہیں۔ تو ہی ہے جو میری مدد فرما سکتا ہے۔ (المومنون: ۳۹، ۴۰)

جو تعلیم آج مسلمان ملکوں میں بعض ازمنہ وسطی سے تعلق رکھنے والے علماء کی طرف سے دی جارہی ہے اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا مزاج بگاڑا جارہا ہے اور ایسا خوفناک مزاج ان کو عطا کیا جارہا ہے جن کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ وہ صرف گستاخی ہی کے مرتکب نہیں بلکہ سارے عالم اسلام میں اسلام کی بدنامی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیوانہ کہا گیا۔ سورہ الحجر میں فرماتا ہے:

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ (الحجر:۷)

انہوں نے کہا اے وہ شخص اور خطاب دیکھیں کیسا تحقیر کا ہے۔ اے وہ شخص جس پر ذکر اتارا جارہا ہے تو یقیناً پاگل ہے اس کے سوا ہم اور کچھ نہیں کہہ سکتے لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (الحجر:۸) اگر تو سچا ہوتا تو ہمارے پاس فرشتے لے کے کیوں نہ آتا۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ (الحجر:۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سزا تو دینی ہے۔ ہم ہی دیں گے مگر جب حق پوری طرح ثابت ہو جائے ان پر۔ پھر خدا فرشتے بھیجتا ہے اور جب فرشتے بھیجتا ہے تو ان لوگوں کو پھر کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بار بار مجنون کہا گیا۔ الحجر:۷ میں لکھا ہوا ہے پھر سبا:۴۷ میں ہے۔

القلم کی آیت ۵۲ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں (جس میں کچھ تھوڑا تھوڑا مضمون کا اضافہ ہے میں وہی آیات لے رہا ہوں ورنہ آیات تو بہت کثرت سے ہیں) وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ ایک طرف تو ذکر کا یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے کلام کا حوالہ دیتے ہیں تحقیر کے ساتھ اور طعنوں کے ساتھ کہ گویا وہ جس پر ذکر اتارا جارہا ہے۔ تیرا یہ حال ہے کہ اللہ نے چنا بھی تو کس شخص کو چنا جو مجنون ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس ذکر کو وہ طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں جب وہ سنتے ہیں تو غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے اس ذکر میں کوئی ایسی طاقت ہے، ایسی شان ہے جس سے ان کے سینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے ورنہ پاگلوں والی باتوں پر تو کوئی بھڑکا نہیں کرتا۔ پاگلوں والی باتوں پر تو ہم نے سوائے اس کے کہ کوئی پاگل ہو کسی کو غصہ میں آتے نہیں دیکھا وہ ہنستے ہیں مذاق اڑاتے ہیں پتھر بھی مار دیتے ہیں مگر پاگل کی بات پاگلوں والی سن کر کوئی بھڑک اٹھے، یہ نہیں ہو سکتا۔ تو قرآن کریم کا انداز بیان دیکھیں اسی بیان میں اس کا توڑ بھی رکھ دیا بتا بھی دیا کہ تم جھوٹے ہو اگر یہ ایسا ذکر تھا جو تمہارے سامنے پیش کرتا ہے جو پاگلوں والی باتیں ہیں تمہیں غصہ کس بات کا آجاتا ہے فرماتا ہے

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝

پاگل ایسے ہیں کہ جب ذکر کو سنتے ہیں تو غیظ و غضب سے ان کی آنکھیں لال ہو جاتی ہیں یعنی آنکھیں لال ہونے کا تو اردو محاورہ ہے قرآن کریم فرماتا ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے ذکر سنتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ابھی تجھے غضب آلود نظروں سے پھسلا دیں گے۔ اب پاکستان سے آئے ہوئے لوگ تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ مولوی جن آنکھوں سے ان کو دیکھتا ہے وہ لگتا ہے کہ غضب ناک نظروں ہی سے ان کے پاؤں تلے سے زمین نکال دے گا اور وہی فطرت انسان کی قدیم سے اسی طرح چلی آرہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں بھی یہی حال تھا ان لوگوں کا۔ اس سے پہلے زمانوں میں بھی یہی حال تھا کہ بات سنتے تھے اور غصہ آجاتا تھا اور غضب آلود نگاہیں ڈال ڈال کر ڈرانے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے یہ شخص تو محض دیوانہ ہے اگر دیوانہ ہے تو دیوانے کی بڑ پر غصہ کس بات کا آتا ہے۔

پھر فرمایا وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ (الفرقان: ۴۲) کہ جب تجھے دیکھتے ہیں تو تمسخر اور ٹھٹھوں کا نشانہ بنا لیتے ہیں جب دیکھتے ہیں تیرا مذاق اڑاتے ہیں اور بات اس طرح کرتے ہیں "اھذا الذی بعث اللہ رسولاً" دیکھو دیکھو یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کیسا تکبر، کیسی تحقیر اور ان سب گستاخیوں کا ذکر کرتے کرتے ایک جگہ بھی اللہ تعالیٰ تلوار پکڑ کر ان کے سر اڑانے کی تعلیم نہیں دے رہا۔ مولویوں کے کان میں اگر کسی نے پھونک دیا تو وہ اللہ نہیں ہے جس نے محمد رسول اللہ پر کلام نازل فرمایا تھا کوئی اور روح ہے جو یہ باتیں پھونک رہی ہے کیونکہ اس خدا کو اس وقت یاد نہیں تھا کہ آئندہ زمانوں میں گستاخی کی سزا موت اور موت کے سوا کوئی مقرر نہیں کرنی اور وہ بھی انسانی ہاتھوں سے۔ پس قرآن کے نزول کے وقت تو اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں یاد نہیں اب مولویوں کو کہاں سے سجھائی دے گئیں۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ کوئی اور چیز ہے جو ان کے کانوں میں یہ باتیں گھول رہی ہے یا پھونک رہی ہے۔ پھر فرمایا:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (سورہ الانبیاء:۴۲)

اور یقیناً تجھ سے پہلے بھی تمام رسولوں کی تضحیک کی گئی یا رسولوں کی تضحیک کی گئی پس جس چیز سے وہ تضحیک کیا کرتے تھے اس تضحیک نے خود ان کو گھیرے ڈال لئے یعنی خدا کی تقدیر نے ان کو سزا دینے کے لئے وہ ساری باتیں ان کے خلاف پیدا کر دیں جو انبیاء کے خلاف وہ استعمال کیا کرتے تھے۔

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ (سورہ الانبیاء:۳۷)

کہ یہ لوگ جب تجھے دیکھتے ہیں تجھ سے مذاق کرتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں اور باتیں اس طرح کرتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو ہمارے معبودوں کے تذکرے کرتا ہے دیکھو دیکھو اس کی صورت دیکھو۔ کیا یہ سب عزت افزائی کے کلمات ہیں اگر نہیں تو قرآن کریم نے کہاں ان کی سزا مقرر فرمائی اور ان سب باتوں کو سن کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
SKY
MTV AHMADIYYA
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

نے خود کیا نمونہ دکھایا۔ یہ آیات تو مسلسل ایک سلسلہ ہے تمام انبیاء کی تضحیک کا تذکرہ ایک طرف اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خلاف گستاخیوں اور تمسخر کا تذکرہ ایک طرف۔ قرآن کریم میں یہ مضمون پہلے تمام انبیاء کے مضمون پر بھاری ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام انبیاء سے جو مذاق کئے گئے جو ان کی رسوائیاں کرنے کی کوشش کی گئی وہ سارے ایک طرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جو بدسلوکی کی گئی، وہ پھر ان سب انبیاء سے کی گئی بدسلوکیوں پر بھاری ہوتی ہے۔

پھر یہ بھی کہا گیا کہ ہم اس لئے اس کی دشمنی کرتے ہیں کہ آباؤ اجداد کے مذہب سے ہٹانے والا ہے۔ پھر کہا گیا کہ یہ شاعر ہے ہم تو انتظار کر رہے ہیں کہ زمانے کی آفات اس کو کچل کے رکھ دیں گی۔ (الطور:۳۱) پھر کہا گیا کہ پراگندہ خیالات اور خوابوں ہی کو اپنا الہام بنا بیٹھا ہے۔ پراگندہ خوابیں ہیں نفسانی خیالات ہیں (الانبیاء:۶) اور آجکل کے مولوی الہام سے ملتا جلتا ایک اور غلیظ لفظ استعمال کرتے ہیں تو ترقی یافتہ ہیں کافی، وہی طرز ہے وہی نہج ہے جو پہلوں کی تھی

کتاب اللہ کی تضحیک کا جہاں تک تعلق ہے صرف قرآن ہی کی نہیں اس سے پہلے تمام کتب کی تضحیک کی گئی اور قرآن کی بطور خاص تضحیک کی گئی۔

صرف بدکرداریوں میں اور بدزبانیوں میں ان سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ کہتے ہیں اس نے تو اپنی طرف سے بات بنالی ہے (الطور:۳۴) پھر معجزات کا انکار اور یہ کہنا کہ کہتے ہیں بڑے معجزات آئے ہیں ایک بھی لا کے دکھائے معجزہ تب ہم مانیں گے یہ تو ایک بھی معجزہ پیش نہیں کر سکتا (الروم:۵۹) اب یہ باتیں میں پرانے زمانے کی کر رہا ہوں جن کو قرآن کا زیادہ علم نہیں ہے وہ شاید یہ سمجھ رہے ہوں میں اس زمانے کی بات کر رہا ہوں بعینہ یہی بات پاکستان کے مولوی احمدیوں سے کہتے اور ان سے مطالبے کرتے ہیں کہتے ہیں تم کہتے ہو مرزا صاحب نے بڑے معجزے دکھائے ایک لا دو۔ ایک بھی آیا تو ہم مان جائیں گے اور جو معجزوں کا سردار تھا جس سے معجزوں کے سمندر پھوٹے جس کے کلام کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر ان نشانات کو لکھ لیں ان آیات کو جو قرآن میں نازل ہو رہی ہیں اور ان کے معانی کو۔ سمندر سیاہی بن جائیں اور درخت قلم بن جائیں تو ایک کے بعد سمندر پر سمندر ختم ہوتے چلے جائیں اور نئے ان کی مدد کو آتے چلے جائیں تب بھی آیات الٰہی، کلمات اللہ کا مضمون ختم نہیں ہوگا اور سب سے بڑا کلمات کا مضمون قرآن کریم میں بیان ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت بھی یہی کہا کرتے تھے کہ ایک دکھا دو ایک نشان لاؤ اور ہم ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کا بھی جواب دے چکا ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ وہ خدا کی قسمیں کھا کھا کر یہ اعلان کرتے ہیں لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا اگر وہ ایک بھی محمد رسول اللہ آیت لادیں تو وہ ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قل انما الایت عند اللہ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یومنون" (الانعام:۱۱۰) اللہ کے پاس تو بے شمار آیات ہیں مگر کیسے تمہیں سمجھا دیں کہ جھوٹے ہیں بدبخت ساری آیات بھی آجائیں تب بھی یہ نہیں مانیں گے پہلے تھوڑی آیات ہیں جن کا انکار کر بیٹھے ہیں اور کونسی آیت ان کو منوا لے گی۔ تو ان کا سلوک تھا انبیاء سے یہ سلوک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ تھا اور پھر یہ کہ تیری باتیں سننے کی ٹوہ رکھتے ہیں اور جب تو ان سے باتیں کرتا ہے تو پھر نظرانداز کر دیتے ہیں بے عزتی کرتے ہیں گویا انکے کانوں میں بوجھ پڑ گیا ہے (الانعام:۲۶) یہ سارے طریق انہوں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جھٹلانے اور آپ کی تکذیب کے اور آپ کی تذلیل کے اختیار کئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کہیں اس کے جواب میں سوائے اس کے کہ ان کو ہدایت کی دعائیں دی ہوں ان کے خلاف کوئی بدنی کاروائی نہیں فرمائی نہ آپؐ کو اس کی تعلیم دی گئی جہاں تک معین تذلیل کا تعلق ہے جہاں تک ایک معین واقعہ تضحیک کا تعلق ہے اس صورت میں وہ آخر پر بیان ہوا ہے جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔

وہ آیت یہ ہے:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ

سورۃ المنافقون میں جن منافقوں کا ذکر ہے ان کے سردار کی بات اب ہو رہی ہے اور اس کا معین ہونا اتنا قطعی ہے کو کوئی ادنیٰ سا بھی شعور رکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی Identity نہیں ہے۔ لوگ جانتے نہیں تھے کہ یہ کون ہے۔ فرمایا "یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ" وہ منافقین یہ اعلان کر رہے تھے کہ اگر یا جب ہم مدینے واپس لوٹیں گے تو وہاں کا سب سے معزز انسان یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول مدینے سے وہاں کے سب سے ذلیل انسان کو نکال باہر کرے گا۔ اس سے بڑی گستاخی رسول کا تصور بھی ممکن نہیں ایسے خبیث الفاظ میں ایک انسان صحابہ کے سامنے کھلم کھلا یہ اعلان کرتا پھرے اور اس کے ساتھی اس بات کو شہرت دے رہے ہوں "وللہ العزۃ ولرسولہ" اور حال یہ ہے کہ تمام عزت اللہ کی اور اس کے رسول کی ہے اور انہی کے واسطے سے مومنین کو نصیب ہے "ولکن المنافقین لا یعلمون" لیکن منافقین جو ہیں وہ نہیں جانتے۔

یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ہوا تھا ایک چشمے پر پانی کی باری کے انتظار میں انصار اور مہاجرین کا ایک جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں عبداللہ بن ابی بن سلول نے فائدہ اٹھاتے ہوئے انصار کو جو مدینے کے رہنے والے تھے مہاجرین کے خلاف کرنے کے لئے اور یہ سمجھ کر کہ آج میرا موقع ہے آج میں اپنی ساری گذشتہ رسوائیوں کا بدلہ اتارلوں گا یہ بدبخت اعلان کیا تھا۔ اس کے نتیجے میں کیا ہوا۔ سیرت ابن ہشام میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسی طرح درمنثور للسیوطی میں بھی اس بات کا حوالہ ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کا حوالہ دیا ہے اس کی تفصیل کیا ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ ان سیرت کی کتب میں اس کی تفصیل یہ ملتی ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ حرکت کی تو صحابہ کو بہت طیش آیا مگر کسی صحابی نے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا بظاہر ان کو یہ یقین تھا کہ یہ شخص واجب القتل ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک کے بعد دوسرا گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں اجازت دیں ہم اس بدبخت شخص کا سر تن سے جدا کر دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کسی کو اجازت نہیں دی یہاں تک کہ اس کا اپنا بیٹا جو منافق نہیں تھا بلکہ مخلص مسلمان تھا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہوسکتا ہے آپؐ اس لئے اجازت نہ دیتے ہوں کہ آپ کو خیال ہو کہ میرا باپ ہے بعد میں کسی وقت قتل کرنے والے کے خلاف میرے دل میں غصہ نہ پیدا ہو جائے تو یا رسول اللہ اس کا حل تو یہ ہے کہ میں بھی تو مسلمان ہوں میری بھی تو غیرت کھول رہی ہے مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے ہاتھ سے اپنے باپ کا سر تن سے جدا کروں اپنے ہاتھ سے اپنے باپ کو قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اس کی تمہیں کوئی اجازت نہیں۔

یہ ہتک رسول کا واقعہ قرآن میں درج ہے اس سے زیادہ قوی کوئی حدیث ایسی پیش کر سکتا ہے کوئی ملاں جس میں ہتک رسول کا مضمون اس طرح بیان ہوا ہو اور پھر قرآن کے معانی کے خلاف مضمون ہو۔ اگر ہوگا تو وہ قوی ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر وہ حدیث جو قرآن کریم کے واضح بیانات سے ٹکراتی ہے وہ ٹکرا کر پارہ پارہ ہو جائے گی کیونکہ وہ حدیث ہی نہیں ہے۔ اس لئے مولوی جب ان آیات کو پڑھتے ہیں اور پھر حدیثوں میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں یہ دو گستاخیاں کرتے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن سے اعتبار اٹھاتے ہیں اور حدیث کی طرف دوڑاتے ہیں اور پھر حدیث سے اعتبار اٹھا دیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات سے اعتبار اٹھاتے ہیں کیونکہ جیسے قرآن میں کوئی تضاد نہیں محمد رسول اللہ کی ذات میں بھی کوئی تضاد نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم کے کھلے کھلے اعلان کے خلاف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی کوئی حدیث ادنیٰ سا بھی مضمون پیش کرے اور اس کو حدیث کہنا ہی گستاخی ہے یا کچھ اس کی باتیں ایسی ہیں جو تمہاری فہم سے بالا ہیں مگر قرآن کریم کے کھلے کھلے اعلان کے بعد

SCL

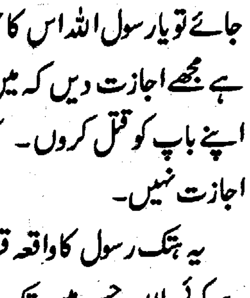

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

کسی حدیث کی طرف اس اعلان سے متضاد مضمون بیان کرنا قرآن کی بھی گستاخی ہے حدیث کی بھی گستاخی ہے، محمد رسول اللہ کی گستاخی ہے۔

اب اس واقعہ کے بعد کیا ہوا وہ عجیب داستان ہے احادیث میں اس کا ذکر محفوظ ہے کہ جب یہ شخص اپنی طبعی موت مرا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے کسی کو اس کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی لہٰذا طبعی موت مرا تو آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم اس کے جنازے کے لئے روانہ ہوئے۔ صحابہ بہت بے چین تھے مگر حضرت عمر کے سوا کسی نے جرات نہیں کی حضرت عمر آگے راستہ روک کے کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ منافق ہے کیا آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر وہ آیات نازل ہوئی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ اگر تو ستر دفعہ بھی ان کے لئے استغفار کرے گا تو میں نہیں بخشوں گا اللہ یہ اعلان کر رہا ہے اور حضرت عمر کی ناسمجھی دیکھیں اپنی ذات میں تو بہت عقل والے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے مقابل پر کسی صحابی کی کوئی فہم کام نہیں کر سکتی یہ نہیں سوچا کہ جس پر آیت نازل ہوئی ہے وہ اس کا مضمون اس سے بہت زیادہ بہتر سمجھتا ہے جو اس آیت کا حوالہ دے رہا ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو فرمایا عمر میرا رستہ چھوڑ دو خدا یہ کہتا ہے نا کہ اگر تو ستر دفعہ بھی استغفار کرے گا تو میں نہیں بخشوں گا میں ستر سے زیادہ دفعہ استغفار کر لوں گا۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم۔

یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ یہ قرآن ہے ہر ایسے الزام سے یہ پاک ہیں اور بلند تر ہیں جو آج کا مولوی اسلام اور محمد رسول اللہ اور قرآن پر لگا رہا ہے۔ اس عظیم کردار کے خلاف جس کے حق میں تمام قرآن گواہ کھڑا ہے اور تمام تاریخ انبیاء گواہ کھڑی ہے کسی بھی مصنوعی وضعی کسی حدیث کا کسی عالم کے فتوے کا حوالہ لے کر جو بات کرتا ہے وہ گستاخ رسول ہے، وہ گستاخ کتاب اللہ ہے۔ وہ اللہ کا گستاخ ہے۔ تمام انبیاء کی اہانت کرنے والا ہے۔ اس کھلی کھلی دن کی طرح روشن گواہی کے خلاف کون ہے جو کوئی عذر بھی اس کے خلاف پیش کر سکے۔ لیکن اب چونکہ یہ مضمون لمبا ہے اور خطبہ پہلے ہی وقت سے کافی آگے بڑھ چکا ہے اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ میں افتتاحی تقریر میں بقیہ حصہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا اور وہ سارے پہلو بیان کروں گا جس کا اس مضمون سے تعلق ہے بعض سمیٹنے پڑیں گے مجبوری ہے وقت کی لیکن انشاء اللہ اس کے تمام پہلوؤں پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

اب خطبہ ختم ہوتا ہے۔ ساڑھے چار بجے انشاء اللہ دوبارہ یہاں جلسے کی کاروائی کا آغاز ہوگا۔ تو آپ سب دوست ساڑھے چار بجے تک واپس تشریف لے آئیں۔

[حضور ایدہ اللہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے افتتاحی اجلاس کے خطاب کا خلاصہ جس میں حضور نے اس مضمون کو جاری رکھا، قبل ازیں الفضل انٹرنیشنل میں شائع ہو چکا ہے۔ ادارہ]

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

اسیران راہ مولیٰ کی لندن میں تشریف آوری

(استقبال کا آنکھوں دیکھا حال)

قریباً دس سال تک پابند سلاسل رہنے کے بعد باعزت رہا ہو کر ہمارے نہایت معزز اور پیارے اسیران راہ مولیٰ (مکرم رانا نعیم الدین صاحب۔ مکرم رفیق حاذق طاہر صاحب۔ مکرم عبدالقدیر صاحب اور مکرم نثار احمد صاحب) ۲۷ جولائی ۱۹۹۴ء کو جب لندن تشریف لائے تو ان کا نہایت پرجوش محبت بھرا استقبال کیا گیا۔ ہیتھرو ائرپورٹ پر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت برطانیہ نے ان کا خیر مقدم کیا۔ آپ کے ساتھ مکرم عطاء المجیب راشد امام مسجد فضل لندن و نائب امیر اول یوکے، مکرم عبدالباقی ارشد صاحب افسر جلسہ سالانہ یوکے۔ مکرم محمد اسلم جاوید صاحب صدر مجلس انصار اللہ یوکے، مکرم چودھری انور احمد صاحب کاہلوں سابق امیر جماعت برطانیہ اور بہت سے دیگر احباب بھی ائرپورٹ پر موجود تھے۔ جونہی اسیران راہ مولیٰ باہر تشریف لائے مکرم محترم امیر صاحب اور دیگر نمائندگان جماعت نے سب سے باری باری معانقہ کیا۔ دلی مبارکباد پیش کی اور ساری جماعت کی طرف سے اظہار محبت کے طور پر پھولوں کے ہار پہنائے۔ ملاقات کے یہ لمحے بہت تاریخی تھے اور سب دوست جذبات سے مغلوب ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے لبریز دلوں کے ساتھ سب ہی ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے اور بالخصوص ہمارے مجاہد اسیران راہ مولیٰ کی خوشی و مسرت کا ایک عجیب عالم تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور خوشی سے ان کے چہرے تمتما رہے تھے اور آنکھیں جذبات شکر سے آبدیدہ ہو رہی تھیں۔ اس محبت بھرے استقبال کو دیکھ کر ائرپورٹ پر موجود سب مسافر بے حد حیران تھے۔ اول تو اس ملک میں استقبال کی ایسی روایت ہی نہیں اور پھر اس محبت بھرے استقبال میں وفور جذبات اور بے ساختگی کا ایسا مسحور کن عالم تھا کہ کوئی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ دنیا کو کیا خبر کہ یہ کون لوگ ہیں جن کو اس چاہت سے سینے سے لگایا جا رہا ہے؟ یہ مقدس اسیران، اللہ تعالیٰ کے وہ مجاہد اور سرخرو بندے ہیں جنہوں نے اسلام اور کلمہ طیبہ کی خاطر زندگی کے دس طویل سال جیل کی تاریک کوٹھڑیوں میں گزار دیئے لیکن اس شان سے گزارے کہ ہر روز ان کے عزم کا سر بلند رہا اور ہر رات ان کی دعاؤں نے تاریک کوٹھڑیوں کو بقعہ نور بنائے رکھا۔

آج یہ خوش قسمت اسیران راہ مولیٰ، جیل کی بیڑیوں سے رہا ہو کر اپنے محبوب آقا کے قدموں میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے جو ان کو سینے سے لگانے اور پہلو میں بٹھانے کے لئے ہر آن منتظر بیٹھا تھا۔ سب کو اس بات کا احساس تھا کہ شوق ملاقات اور انتظار کے لمحات دونوں طرف بھاری ہیں اس لئے ائرپورٹ کے استقبال سے فارغ ہوتے ہی مکرم امیر صاحب کی سرکردگی میں یہ قافلہ مختلف کاروں میں مسجد فضل لندن کی جانب روانہ ہوا۔ قافلہ اس طرح ترتیب دیا گیا کہ ہر کار میں ایک اسیر راہ مولیٰ کو بٹھایا گیا تاکہ راستہ میں ان کے ساتھ ان کی مجلس اور گفتگو سے استفادہ کر سکیں۔

قافلہ لندن مسجد کے احاطہ میں داخل ہوا تو سینکڑوں احباب ایک انتظام کے تحت لائنوں میں کھڑے چشم براہ تھے۔ سارا ماحول بے ساختہ نعروں سے گونج اٹھا۔ احمدی خواتین بھی ان احمدی سپوتوں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے کثیر تعداد میں آئی ہوئی تھیں۔ اسی طرح جملہ احباب جماعت نے ان پیاروں کا محبت بھرا استقبال کیا اور محمود ہال میں سب احباب جماعت نے فرداً فرداً ان معزز مجاہدین سے معانقہ کیا اور دلی مبارکباد پیش کی۔

اب ہر ایک کی نظر محمود ہال کے بغلی دروازہ پر لگی ہوئی تھی جس سے کسی بھی لمحہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد متوقع تھی۔ اسیران راہ مولیٰ، حضور انور کی کرسی کے دونوں جانب رونق افروز تھے۔ چہروں پر ایک عجیب کیفیت تھی جو ان کے دلی جذبات کو خوب ظاہر کر رہی تھی۔ احباب جماعت سامنے بیٹھے ان خوش نصیب فرزندان احمدیت کو دیکھ رہے تھے جن کے نام ہمیشہ کے لئے تاریخ احمدیت کا حصہ بن گئے ہیں۔ انتظار کے ان لمحات میں مکرم عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن نے ایک مختصر خطاب میں اسیران راہ مولیٰ کا فرداً فرداً تعارف کروایا اور اسیران کے مختصر کوائف بیان کرنے کے بعد ساری جماعت احمدیہ برطانیہ اور جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کے لئے اکناف عالم سے آئے ہوئے مہمانان کرام کی طرف سے ان بھائیوں کو دلی مبارکباد پیش کی اور بہت پرجوش خیر مقدم کیا۔ آپ نے کہا کہ ان اسیران کی غیر معمولی حالات میں باعزت رہائی اللہ تعالیٰ کا عظیم نشان ہے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی متضرعانہ دعاؤں کی قبولیت کا زندہ اعجاز ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ یہ تاریخ ساز لمحہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہیں اور ہماری روحیں اس کے حضور سجدات شکر بجا لا رہی ہیں۔

اس کے بعد حضور انور کی تشریف آوری ہوئی اور تقریب کی بقیہ کاروائی کا آغاز ہوا جس کی تفصیل الفضل کے شمارہ نمبر ۳۲ میں شائع ہو چکی ہے۔

اعلان نکاح

جلسہ سالانہ کینیڈا کے دوسرے روز ۲ جولائی ۱۹۹۴ء کو مجلس عرفان کے بعد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت عزیزم مرزا نصیر احمد صاحب ابن مرزا فضل الرحمٰن صاحب کا نکاح ہمراہ عزیزہ امتہ الحفیظ حنا بعوض آٹھ ہزار کینیڈین ڈالر حق مہر پڑھا اور دعا کروائی۔ عزیزہ امتہ الحفیظ حنا محترم مبارک نذیر صاحب مشنری ویسٹرن کینیڈا کی صاحبزادی اور محترم نذیر احمد علی صاحب مرحوم کی پوتی ہے۔ عزیزم مرزا نصیر احمد حضرت مرزا برکت علیؓ صاحب کا پوتا ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین

(مرزا منان احمد۔ اسسٹنٹ مینجر الفضل انٹرنیشنل)

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS

ABBA

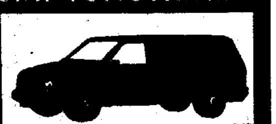

CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد کے صحن میں ٹہل رہے تھے اور ایک شعر گنگنا رہے تھے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ شعر یہ ہے:

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

دریافت کرنے پر آپؑ نے فرمایا کہ "میں اس وقت حسان (بن ثابتؓ) کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا" (سیرت طیبہ صفحہ ۲۷)

پس اس خواہش کو ذہن میں رکھ کر خاکسار نے اس شعر کے ساتھ ملا کر چند اشعار کہے ہیں، جو کہ پیش ہیں۔ (فرید احمد نوید)

تو جو سنگ تھا تو بہار تھی، تو جدا ہوا تو خزاں ہوئی
تری ذات کی برکات سے، نئی صبح پاک عیاں ہوئی
تری عظمتوں کی گواہ خود، ترے دشمنوں کی زباں ہوئی
وہ جو روشنی ترے دم سے تھی، ترے بعد پھر سے کہاں ہوئی

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

یہ زمیں تری یہ فلک ترا، ہے ترا یہ سارا جہان بھی
تری چاکری میں ہیں صف بہ صف، یہ زماں یہ کون و مکان بھی
مرے حرف تیرے حضور ہیں، تری حمد میں ہے زبان بھی
مری دھڑکنیں ترے واسطے، ترے واسطے مری جان بھی

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

مرے دل کی حالت زار پر، مری بہتی آنکھیں گواہ رہیں
تری رحمتیں مرے ساتھ ہوں، مری سب سے بڑھ کے پناہ رہیں
میں چلوں کسی بھی طرف مگر، تیرے نقش پا مری راہ رہیں
ترے در کے ادنیٰ فقیر جگ میں نشان عظمت و جاہ رہیں

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

تو عظیم تر میں ترا گدا، تری عظمتیں! مری عاجزی!
تو فلک نشیں میں تہ زمیں، وہاں قدرتیں یہاں بے بسی
تری دوریاں مرے زخم ہیں، تری فرقتیں مری بے کلی
تری راہ میں مری موت ہو، تیری چاہ میں کٹے زندگی

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

وہ جو منزلیں ترے غیر کی، ترے راستوں کا غبار ہیں
تری اک ادائے حسین پر، کئی لاکھ خوباں نثار ہیں
ترے ہم نشیں سر غار ہیں، ترے واسطے سر دار ہیں
تری آگہی تری دلکشی، مرے فکر و فن کا مدار ہیں

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

تو محبتوں کا سفیر ہے، ترا فیض دنیا میں عام ہے
تری ذات سب سے حسین ہے، ترا سب سے اونچا مقام ہے
ہے ازل بھی تو ہے ابد بھی تو، ترا ہر زمانہ غلام ہے
مرے دل میں ہے جو بسا ہوا، شہ انبیاء ترا نام ہے

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

مرا عشق میرا جنون ہے، اے مرے جنوں کوئی رنگ لا
انہیں کر خبر مرے حال کی، انہیں میرا قصۂ غم سنا
انہیں کہہ کہ ذکر حبیب میں، یہ قلم لہو میں ڈبو لیا
لکھوں مدح اپنے امام کی، میں سراپا دیدہ نم بنا

كُنتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي   فَعَمِيْ عَلَيَّ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنتُ أُحَاذِرُ

ستمگروں کو خبر نہیں ہے کہ بات ٹھہری جہاں بھی اک دن
حساب سارے چکانے ہوں گے یہاں بھی اک دن وہاں بھی اک دن

وہی ہے ساقیؑ، وہی ہے مے بھی تو کیفیت میں یہ فرق کیوں ہے
زمانہ پوچھے تو ہم بتائیں اسے یہ سر نہاں بھی اک دن

اسی یقیں پر تو خاک ہو کر خمیر ہستی اٹھا رہے ہیں
ہماری مٹی سے خلق ہوں گے نئے زمیں آسماں بھی اک دن

کھلے گی صبح گلاب بن کر ہمارے آقا کی شام ہجرت
یہ داغ وہ ہے کہ جس سے پھوٹے گی نکہت جاوداں بھی اک دن

جمیل آخر خدائی کس کی ہے کون ہے دو جہاں کا مالک
یہ چند فتویٰ فروش ملاں یا جس کو سونپیں گے جاں بھی اک دن

(جلیل الرحمٰن جمیل)

جہاں تک انبیاء کی توہین کا تعلق ہے قرآن کریم میں مسلسل انبیاء کی توہین کا ذکر چلتا ہے اور کسی ایک جگہ بھی انسان کو اس توہین کے نتیجہ میں توہین کرنے والے کو سزا دینے کا اختیار نہیں دیا گیا۔

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES

J & L LAUNDERETTE

139 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

MOST AUTHENTIC
INDIAN FOOD

GRANADA

TAKE AWAY

202 ROUNDHAY ROAD
LEEDS
TELEPHONE 0532 487 602

ذکر اپنے افسروں کا!

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

۱۹۵۳ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد ہم انجمن میں کلرک ہو گئے۔ کیونکہ ایک تو ہمارے والدین ہمیں لاہور بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور دوسرے ہمارے نمبر اتنے معمولی تھے کہ ہم کسی طور سے کسی بھی وظیفہ کے مستحق قرار نہیں دیئے جا سکتے تھے۔ لہٰذا اطمینان سے انجمن کی کلرکی کا انٹرویو دیا اور چنے گئے تو کلرک ہو گئے تمام الاؤنسز ملا کر ۷۰ روپے سکہ رائج الوقت تنخواہ ملتی تھی۔

ہمارا پہلا تقرر نور ہسپتال میں ہوا۔ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب انچارج تھے۔ دوسرے ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب تھے۔ مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نہایت حاذق معالج تھے۔ معمولی معمولی نسخوں سے پیچیدہ پیچیدہ بیماریوں کا علاج کرنے میں طاق تھے۔ ان کے ہاتھ میں بہت شفا تھی۔

افسر کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحب نہایت بااصول اور سخت گیر افسر تھے۔ انتظامی معاملات میں کسی کی کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک دو بار صاحبزادہ میاں منور احمد صاحب کی بھی جواب طلبی کی اور سزا بھی دی! مثلاً ہزار بار استغفار کریں۔

ڈاکٹر صاحب آج کا کام کل پر چھوڑنے کے عادی نہیں تھے۔ دن بھر ہسپتال میں مریض دیکھتے اور پھر ہمیں حکم ہوتا کہ ساری ڈاک لے کر ان کے گھر آ جائیں۔ وہاں عصر تک ڈاک دیکھتے اور جواب لکھواتے۔ ہم واحد کلرک تھے اس لئے پرچیاں درج کرنا، دوائیوں کا ریکارڈ رکھنا، بل بنانا، تنخواہیں لانا، تنخواہیں تقسیم کرنا، سب کچھ ہمیں ہی کرنا پڑتا اور ہم نہایت جاں سوزی سے یہ کام کرتے تھے۔ غلطی ہو جاتی تو جرمانہ ہو جاتا تھا۔ ایک روپیہ، اور ایک روپیہ اس زمانہ میں بہت قیمتی ہوتا تھا۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب چونکہ حضرت صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) کے ذاتی معالج بھی تھے اس لئے وقتاً فوقتاً حضرت صاحب کے ساتھ دوروں میں ربوہ سے باہر بھی جاتے رہتے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں کام میں ذرا کمی ہو جاتی اور ذرا سی فراغت کا احساس ہوتا کیونکہ میاں منور احمد صاحب دفتری کاموں میں بہت مستعد تھے۔ زیادہ تر خطوط کا جواب خود ہی لکھ دیتے تھے اس لئے ہمیں چھٹی مل جاتی تھی!

حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اپنے دستخطوں کے ساتھ بھی ڈاکٹر لکھتے تھے۔ ڈاکٹر ایم ایم احمد، ڈاکٹر ایم ایم احمد۔ ایک روز معلوم نہیں کیوں ہم فارغ بیٹھے ہوئے ان کے دستخطوں کی نقل کر رہے تھے۔ میاں صاحب تشریف لے آئے ہم نے مشق جاری رکھی۔ میاں صاحب نے غور سے دیکھا۔ غصہ سے پوچھنے لگے، کیا کر رہے ہو؟ ہم نے بے تکلفی سے جواب دیا۔ آپ کے دستخطوں کی مشق کر رہا ہوں!۔ میاں صاحب آگ بگولا ہو گئے۔ فرمانے لگے تمہیں معلوم ہے دستخطوں کی نقل کرنا جرم ہے؟ ہم نے کہا اگر معلوم ہوتا تو چھپ چھپ کر کرتے۔ ہم تو علی الاعلان آپ کے سامنے کر رہے ہیں۔ مگر میاں صاحب کی تسلی نہ ہوئی، نہ غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اتفاق سے ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب ذرا دیر سے تشریف لائے کیونکہ صبح صبح حضرت صاحب کو دیکھنے گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ہنستے مسکراتے ہوئے اندر تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب نے ہمارے کرتوت کا کچا چٹھہ ان کے سامنے رکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ہم سے کہا کہ آرڈر بک نکالو۔ ہم نے نکالی۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمارا برطرفی کا حکم نامہ ہمیں سے لکھوایا اور نیچے تحمل سے دستخط کر دیئے. خان حشمت اللہ!۔ ہم سے کہنے لگے اس آرڈر پر تعمیل کے دستخط کرو اور اپنا حساب کرو! چھٹی! ہم نے بلاچون وچرا تعمیل کی، حساب کیا، تنخواہ کے پیسے لئے اور سیدھے چائے کی دوکان پر جا کر چائے پینے بیٹھ گئے!

اگلے روز ہم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے پاس گئے ان سے ساری روداد کہہ سنائی۔ آپ نے ازراہ کرم اپنے دفتر میں رکھ لیا۔ نور ہسپتال سے دفتر حفاظت مرکز تک کا یہ سفر بڑا مفید ثابت ہوا۔ نئے پڑھنے والوں کے لئے یہ دونوں نام اجنبی ہونگے مگر سلسلہ کے مرکزی ہسپتال کا نام قادیان سے ہی نور ہسپتال چلا آتا ہے۔ جب ہسپتال نئی اور بڑی عمارت میں منتقل ہوا تو انجمن نے اس کا نام فضل عمر ہسپتال رکھ دیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہ نام منظور کر لیا۔ اسی طرح دفتر خدمت درویشاں کا نام بھی بعد میں خدمت درویشان رکھا گیا پہلے دفتر حفاظت مرکز کہلاتا تھا۔ ثبات ایک تغیر کو ہے زمانہ میں!

حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب ہسپتال کے علاوہ ربوہ کی نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی کے بھی کرتا دھرتا تھے۔ اپنی نہایت خوبصورت ریلے سائیکل پر، ترکی ٹوپی لہراتے، پہلے کمیٹی کے دفتر تشریف لاتے اور پھر ہسپتال آتے تھے۔ آپ کو جس جس سڑک سے گزرنا ہوتا تھا کمیٹی کے سقے اور بہشتی ادھر خوب چھڑکاؤ کرتے۔ شروع شروع میں تو سمجھ نہ آئی کہ یہ میاں صاحب اتنے خصوصی سلوک کے کیوں مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہو گیا کہ شہر بھر کی صفائی ستھرائی کی ذمہ داری کمیٹی کی ہے اور میاں صاحب کمیٹی کے کرتا دھرتا ہیں!

ربوہ کے پہلے پوسٹ ماسٹر ایک عیسائی تھے۔ برج لال شا! خوب نستعلیق آدمی تھے۔ میاں صاحب قریب سے گزرتے تو خوب تپاک سے اپنا ہیٹ اتار کر سلام کرتے۔ کہتے تھے کہ ربوہ میں ہم دو تین ہی تو سرکاری افسر ہیں اس لئے ایک دوسرے کا احترام ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ مگر ہمیں میاں صاحب کا سرکاری افسر ہونا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ فی الحقیقت وہ تھے بھی نہیں ۔ شہریوں کے نامزد کردہ آدمی تھے۔ اس طرح ریلوے سٹیشن پر ایک صوفی منش بزرگ سٹیشن ماسٹر تھے۔ تمام لوگ شہریوں کی خدمت کو ہی مقدم جانتے تھے۔

ذکر تو میں اپنے افسروں کا کرنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ جملہ معترضہ کے طور پر در آئے ہیں۔ انجمن میں حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ ناظر اعلیٰ تھے۔ نہایت سادہ، نہایت غریب پرور اور صاحب ذوق! سادہ لباس زیب تن کرتے ۔ شلوار قمیص کے اوپر ہاف کوٹ پہنتے تھے۔ ان کی ترکی ٹوپی بھی ہوتی مگر انہیں شیروانی پہنے بہت کم دیکھا...... اپنے والد ماجد حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے تتبع میں سرکاری ملازمت میں رہے اور ای اے سی کے طور پر ریٹائر ہو کر انجمن کے خدمت پر مستعد ہوئے۔ میاں صاحب انجمن کے ملازمین پر بہت شفقت رکھتے تھے اور انجمن پر کم تر وسائل کے باوجود ان کی یہی کوشش رہتی تھی کہ ملازمین کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جائیں۔ اگرچہ انجمن کے تمام کارکنان اپنے آپ کو انجمن کا ملازم تصور نہیں کرتے تھے صرف کارکن جانتے تھے۔ کارکنوں سے ان کا سلوک بھی ایک جیسا ہوتا تھا۔ اس میں عہدے کی کوئی تخصیص نہیں تھی۔ ایک بار ہماری ایک نظم الفضل میں چھپی۔ آپ دفتر میں تشریف لائے، ہمارے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے سے باز رکھا۔ فرمایا "اوئے تم تو خوب اچھی نظم کہنے لگے ہو! کرتا ہوں تمہارے ابا سے تمہاری شکایت!" اور تشریف لے گئے۔

ہم نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے پرانے مسودات، لائبریری میں سے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے اور ان سے اجازت چاہی کے ان مسودات کو ٹھیک سے ایڈٹ کر کے چھاپنے کی اجازت دیں! کہنے لگے، میں کون ہوتا ہوں اجازت دینے والا! حضرت صاحب سے اجازت مانگنا۔ مگر پہلے اپنی پڑھائی تو مکمل کر لو! یہ بات اس زمانہ کی ہے جب ہم ابھی کالج میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس کے بعد مکروہات نے فرصت ہی نہ دی کہ اس طرف توجہ کرتے۔ مگر ہم اہل ذوق کو بتا رہے ہیں کہ لائبریری میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بڑے قیمتی مسودات دبے پڑے ہیں انہیں کسی صاحب دل کا انتظار ہے۔ اقبال کے فلسفہ خودی کے بارہ میں مضامین ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور ادبی موضوعات پر مضامین موجود ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ کام کرنا زندگی کا بہت ہی قیمتی تجربہ تھا۔ حضرت میاں صاحب خود بھی محنتی تھے اور اپنے کارکنوں سے بھی محنت کا تقاضا کرتے تھے۔ وقت پر دفتر آنا، کام میں باقاعدگی رکھنا، دفتر میں سلیقہ سے کام کرنا، حساب کتاب میں باقاعدگی اور دیانت داری روا رکھنا۔ یہ چیزیں میاں صاحب کے دفتر سے خاص تھیں۔ ہزارہا لوگ دعا کے لئے لکھتے تھے اور میاں صاحب سب کو باقاعدہ جواب دیتے تھے۔ ان کی طرف سے خود ان کے دستخطوں سے جواب دیا جاتا تھا۔ یہ تو ہو جاتا تھا کہ خط کا جواب کارکن کے ہاتھ کا لکھا ہو مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ ان کی طرف سے کسی کارکن نے جواب دیا ہو۔ فرماتے تھے یہ حق امام جماعت کا ہے کہ ان کی طرف سے پرائیویٹ سیکرٹری جواب دے، باقی سب لوگ جماعت کے افراد ہیں اور سب برابر ہیں۔

دفتر میں ڈاک کا معین بجٹ تھا حضرت میاں صاحب اس بات کا خاص طور سے اہتمام کرتے تھے کہ ان کے ذاتی خطوط کا الگ حساب رکھا جائے اور ہر مہینہ ان کے ذاتی خطوط کا حساب ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا اور رقم وصول کر کے دفتر میں جمع کی جاتی تھی۔ خطوط لکھوانے میں بھی حضرت میاں صاحب حفظ مراتب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ "مکرمی و محترمی" تو ہر خط کا لازمی جزو تھا۔ بعض لوگوں کے لئے "عزیزم" کا لفظ بھی استعمال کرتے تھے۔ خاندان کی بچیوں کو خط لکھواتے تو "عزیزہ محترمہ" سے خط شروع کرتے۔ خاندان کی خواتین میں سے صاحبزادی تنویر الاسلام، حضرت میاں صاحب کو بہت خط لکھتی تھیں اور حضرت میاں صاحب باقاعدگی سے جواب لکھواتے تھے۔ ایک اور صاحب تھے میجر زین العابدین! کوہاٹ سے ان کے خط بہت باقاعدگی سے آتے تھے اور اسی باقاعدگی سے ان کے خطوط کا جواب جاتا تھا۔ ان لوگوں کے نام اتنے خطوط لکھے ہیں یا پوسٹ کئے ہیں کہ ان کے نام اب تک ذہن میں موجود ہیں حالانکہ اس بات پر تقریباً چالیس برس گزر چکے ہیں۔

مکرم مولوی بشیر احمد صاحب سیالکوٹی، حبیب کلاتھ ہاؤس ربوہ والے ، دفتر کے سینئر کارکن تھے۔ اقبال احمد خان صاحب دفتری کا کام کرتے تھے۔ ہم اور ہمارے ساتھ کے کچھ عرصہ کے ساتھی برادرم لطیف احمد شاہ صاحب (شاہ میڈیکو والے) جونئر کارکن تھے۔ سب کارکنوں کو اللہ نے بہت نوازا۔ فالحمد للہ ۔ اور یہ سب حضرت میاں صاحب کی دعاؤں کی برکت سے ہوا۔ اپنے کارکنوں کے ساتھ حضرت میاں صاحب کا بڑا محبت کا سلوک تھا۔ ہم حضرت میاں صاحب کی بیماری کے دوران ڈاک لے کر گھر چلے جاتے اور حضرت میاں صاحب ڈاک ملاحظہ کرتے اور خطوں کے جواب لکھواتے۔ ہم ان کے کئی مضامین کے کاتب بھی ہیں مگر ایسا شاذ ہی ہوتا تھا۔ آپ خود لکھتے اور بعض الفاظ کو سرخ روشنائی سے قلم زد بھی کیا کر دیتے تھے کہ یہ لفظ نمایاں کر کے لکھا جائے۔ یہ روشنائی کا لفظ ہم نے حضرت میاں صاحب سے ہی سیکھا۔ ایک روز کسی لفظ پر نشان کرنا چاہتے تھے ہم نے سرخ روشنائی والا قلم دیتے ہوئے کہا، "سرخ سیاہی والا قلم یہ رہا" ۔ خوب مزے سے ہنسے۔ فرمایا "میاں سیاہی تو صرف سیاہی ہوتی ہے سرخ اور نیلی روشنائی ہوتی ہے!" جزاکم اللہ واحسن الجزا۔ اس کے بعد یہ غلطی ہم سے نہیں ہوئی۔

حضرت میاں صاحب مسجد مبارک کے سامنے والی کوٹھی میں جہاں آجکل ڈاکٹر نصرت جہاں مقیم ہیں رہتے تھے۔ ہم ڈاک لے کر دوپہر کے وقت حاضر ہوتے۔ میاں صاحب کے کمرہ میں ایک ٹب میں برف کا ایک بڑے سائز کا ٹکڑا تیرتا رہتا اور وہ ٹب پنکھے کے نیچے دھرا رہتا۔ اس سے گرمی کی شدت میں کچھ کمی آ جاتی۔ حضرت میاں صاحب پلنگ پر لیٹے رہتے۔ ہم پاس ہی میز کرسی لگا کر بیٹھ جاتے ۔ وہ ڈاک ملاحظہ کرتے اور جواب لکھواتے تھے۔ ہم خطوں کو ترتیب سے لگا کر میز کے ایک کونے پر رکھ لیتے اور ایک ایک کر کے ان کی خدمت میں پیش کرتے۔ کام بھی ہوتا رہتا ادھر ادھر کی باتیں بھی۔ شروع شروع میں تو ہم بہت ہی سہمے سہمے رہتے کہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ کیا باتیں کریں مگر رفتہ رفتہ جھجک دور ہو گئی۔

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

ایسا ہونا کوئی ایسا مشکل تو نہیں

(مبشر احمد محمود ایم۔ اے۔)

اب اس طرف سے گزریں تو یقین ہی نہیں آتا کہ یہ وہی محلہ ہے۔ زمین کا ٹکڑا وہی ہے اور محل وقوع بھی وہی ہے اور محلّہ کے صدر صاحب بھی وہی ہیں۔ ـــــ بس اس کے علاوہ جو کچھ ہے بدلا ہوا اور نیا ہے۔ ناہموار کچی سڑکوں کی جگہ پختہ سڑکیں ہیں۔ کھلے غیر محفوظ رستوں پر اب آہنی گیٹ نصب ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے نشیب جہاں بارش کے جمع شدہ پانی میں بچے اودھم مچایا کرتے تھے اب نہیں رہے۔ نہ وہ "روڑی" ہے جہاں کچھ جلد باز جمعدارنیاں کبھی کبھار کوڑا پھینک کر غائب ہو جایا کرتی تھیں اور راہگیروں کو ایک دو دن وہاں سے ناک سکوڑ کو گزرنا پڑتا تھا اور نہ ہی وہ کھلا میدان رہا ہے جس میں دن بھر طرح طرح کی کھیلیں ہوا کرتیں اور گرمیوں کی راتوں میں محفلیں جما کرتی تھیں۔ ـــــ ان سب جگہوں پر اب خوبصورت دو منزلہ فلیٹ نما مکان تعمیر ہو چکے ہیں۔ اسی طرح پرانے بوسیدہ مکانوں کو گرا کر بھی اسی طرح کے تمام جدید سہولتوں سے مزین فلیٹ تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ یہ عمل ایک تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اس ضمن میں ابھی چند دن قبل "الفضل" میں صدر انجمن احمدیہ کے ان چار کوارٹرز کے ملبہ کے نیلام کا اعلان شائع ہوا جن کی جگہ اب نئے فلیٹ بننا تھے۔ ان چار کوارٹرز میں جن کا "نین نقشہ" ہمیشہ کے لئے مٹنے والا اور جن کا ملبہ چند دن تک بکنے والا تھا۔ کوارٹر نمبر ۵۰ بھی شامل تھا۔ یہ کوارٹر میرا مولد ہی نہیں میرے بچپن اور نوجوانی کی یادوں کا مسکن بھی تھا۔ چنانچہ میں بے اختیار ہو کر اسے آخری بار دیکھنے دوڑ پڑا ...... اور پھر وہی ہوا جو ہونا تھا کہ ؎

لیتا ہی نہیں کہیں پڑاؤ
یادوں کا عجیب کارواں ہے

وہ عجیب زمانہ تھا اور وہ عجیب لوگ تھے۔ سادہ، مخلص، محبت کرنے والے، غریب مگر دلوں کے سخی ہونے کی وجہ سے بہت امیر، ایک دوسرے کی ہر بات سے آگاہ اور ایک دوسرے کے ہر دکھ سکھ میں شریک۔ یوں لگتا تھا کہ یہ سب ایک ہی بڑے خاندان کے افراد ہیں جو کسی مصلحت کی بنا پر رہتے تو الگ الگ گھروں میں ہیں مگر دل ان سب کے ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک گھر کی "آپا جی" کو سارا محلّہ ہی آپا جی کہتا تھا اور کسی ایک گھر کی "اماں جی" سارے محلّہ کی اماں جان بن جاتی تھیں۔ سب کے سب انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں جماعت کی کسی نہ کسی خدمت پر مامور تھے۔ انتظامی حد تک کسی کا عہدہ بظاہر بڑا تھا اور کسی کا چھوٹا مگر محلّہ کی حدود میں محمود و ایاز کی کوئی تفریق نہ تھی۔ سب ایک تھے اور ایک جیسے تھے۔ سب کے مالی حالات بھی کم و بیش یکساں تھے اور ضروریات و مسائل بھی ایک جیسے، حتیٰ کہ روزمرہ زندگی کے معمولات بھی تقریباً ایک طرح کے تھے۔ مخصوص وقت پر بڑوں کا دفتروں اور بچوں کا سکولوں کو جانا اور واپس لوٹنا۔ مخصوص مسجد میں نمازوں اور اجلاسوں وغیرہ کے لئے جانا اور شام کو ایک ہی گراؤنڈ میں کھیلنا۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی طے کر رکھا تھا کہ صبح فلاں فلاں جگہ پر سب اکٹھے ہونگے۔ (سردیوں کی صورت میں فلاں فلاں کے پاس کوئلوں کے لئے ٹین کے ڈبہ والی انگیٹھی ہوگی) اور وہاں سے سب اکٹھے سکول جائیں گے۔ واپسی پر بھی ممکن حد تک یہی طریق ہوتا تھا۔ معمولات کا یہ اشتراک اور اس کا شعوری اہتمام ایک ایسی غیر محسوس سی برکت اپنے اندر رکھتا تھا جس نے سب کو بنیان مرصوص بنا رکھا تھا۔ چنانچہ اس اتحاد اور اخوت کا ہی ثمر تھا کہ محلّہ کی ناصرات، لجنہ اور اطفال، خدام اور انصار کی تنظیمیں عموماً ربوہ کی سر فہرست تنظیموں میں شمار ہوتی تھیں۔ خصوصاً اطفال اور خدام کی مختلف کھیلوں میں کارکردگی تو ہمیشہ ہی اس قدر نمایاں رہتی تھی کہ دوسرے محلوں پر "کوارٹروں" کا ایک واضح رعب اور دبدبہ سا طاری رہتا تھا اور ہر مقابلہ کی ابتداء ہی سے یہ تاثر عام ہوتا تھا کہ اول تو بہر حال کوارٹروں کی ٹیم ہی آئے گی۔ یہ تھی حقیقت کہ مختلف کھیلوں میں اکثر و بیشتر ہمارے محلّہ کی ٹیمیں ہی جیتا کرتی تھیں۔ اگر کبھی خدانخواستہ کسی وجہ سے کارکردگی اچھی نہ رہتی اور نہ جیت سکتے تو پھر بھی ہارتے بہرحال نہ تھے (اس اجمال کو اجمال ہی رہنے دیں)۔

باہمی لین دین اور روزمرہ کی گھریلو ضروریات میں ایک دوسرے سے تعاون اس قدر تھا کہ آج وہ سب خواب و خیال کی باتیں لگتی ہیں۔ پردے کی مکمل پابندی اور تمام مذہبی و معاشرتی اقدار کی کامل اطاعت کے باوجود ایک خاص قسم کی پاکیزہ بے تکلفی تمام گھروں کے مابین موجود تھی۔ کسی قسم کی جھوٹی انا اور نخوت کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ بڑی فراخدلی کے ساتھ ایک دوسرے سے روزمرہ استعمال کی اشیاء کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر کسی وجہ سے کسی گھر میں کسی وقت سالن نہ پک سکتا یا کم پڑ جاتا تو کسی کو کوئی فکر نہ ہوتا تھا۔ برتن پکڑ کر آرام سے ہمسایوں میں سے کسی ایک کے گھر گئے اور سالن لے آئے۔ ہمارے ہمسائے میں سے تو ایک دوست ایسے بھی تھے جو ہمیشہ آ کر یہ کہتے کہ سالن بھی دو اور برتن بھی اپنا لو۔ یہی حال آٹے کے سلسلہ میں ہوتا۔ "خالہ جی ابھی آٹا پیس کے نہیں آیا۔ امی کہتی ہیں فلاں برتن ناپ دیں"۔ اور آٹا پیس کے آنے تک کئی کئی دن اسی طرح گزر جاتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ محلّہ کے ایک مخلص اور بہت فعال خادم جو ہر چند ہفتوں بعد سب خدام کو اکٹھا کر کے "پت" بنانے اور حلوہ کھلانے کے بہت شوقین تھے۔ ان کا اکثر و بیشتر طریق کار یہی تھا کہ دو چار خدام کو ساتھ لے کر کوارٹروں کی لائن کے ایک طرف سے شروع ہو جاتے۔ "خالہ جی صرف ایک چمچ چینی لینی ہے یا دے دیں یا بیٹھک کھول دیں ہم بیٹھتے ہیں اور حلوہ کھا کر ہی جائیں گے" خالہ جی فوراً چینی کا ایک چمچ لا دیتیں اور یوں "پت" یا حلوہ بنانے کی اس "تقریب" میں ہر کوئی بڑی خوشدلی سے شامل ہو جاتا۔ کبھی کسی ایک ماتھے پر بھی شکن نہیں دیکھی گئی۔

محلہ کے رفاہی کاموں کا بھی یہی حال تھا۔ ایک غیر محسوس سے معاہدہ کے تحت بعض بزرگوں نے بعض کام اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے۔ چنانچہ سب کو پتہ ہوتا کہ اگر پانی یا گیس کا کوئی مسئلہ ہوا تو فلاں صاحب سے معلومات ملیں گی۔ بجلی خراب ہوئی تو فلاں صاحب فکر کریں گے اور محلّہ کی کوئی گزرگاہ ٹھیک کرنے، درخت لگانے یا گھروں میں سبزیاں وغیرہ اگانے کا معاملہ ہوا تو فلاں صاحب سے راہنمائی ملے گی۔ ان بزرگوں کی موجودگی میں ایک خاص قسم کے تحفظ اور سکون کا احساس سب کے دلوں میں رہتا تھا۔

گرمیوں کے دنوں میں رات کے کھانے سے فارغ ہو کر باہر کھلے میدان میں بیٹھنا یا چہل قدمی کرنا تو باقاعدہ ایک "شبینہ پکنک" کا ساسماں پیش کرتا تھا۔ اس پکنک میں پردے کی سختی سے پابندی کے ساتھ سبھی خواتین و حضرات شریک ہوتے تھے۔ چھوٹے بچے بھاگتے، دوڑتے، کھیلتے کودتے اور بڑے اپنی اپنی عمر اور ذوق کے مطابق الگ الگ ٹولیوں میں بیٹھ کر گپ شپ لگاتے۔ راز و نیاز کرتے۔ دن بھر کی مصروفیات ایک دوسرے کو بتاتے اور یوں ایک دوسرے کی خوشیوں اور غموں کا لمس اپنے دلوں اور روحوں میں محسوس کرتے تھے۔

ان ساری خوشگوار یادوں کے ساتھ نہ جانے کیوں میرے دل میں یہ احساس بھی پیدا ہوا اب یہ سب کچھ ہمارے محلوں میں اپنی پہلے والی صورت میں شاید باقی نہیں رہا۔ ہم لوگ کچھ کچھ بدل سے گئے ہیں۔ اگر ایک طرف ٹیلی ویژن کے غیر ضروری پروگراموں نے ہماری ملاقاتوں اور محبت آمیز محفلوں کے وقت کو نگل لیا ہے تو دوسری طرف زندگی کی تیز رفتاری اور خواہشات کی روز افزونی نے بے کراں خلوص اور بے لوث محبت کے آئینوں کو تھوڑا بہت ہی سہی، مگر دھندلا ضرور دیا ہے۔ ـــــ یہ درست ہے کہ حرکت اور تبدیلی کا نام ہی زندگی ہے اور نشو و نما، ترقی اور ارتقاء ہی سے اس زندگی کا ثبوت اور جواز مہیا ہوتا ہے۔ جو کل تھا وہ آج نہیں ہے اور جو آج ہے وہ کل نہ ہو گا۔ مگر کیا ہی اچھا ہو اگر مثبت تبدیلی اور ارتقاء کا یہ عمل خارج کے ساتھ ساتھ ہمارے باطن میں بھی مستقل طور پر جاری و ساری رہے۔ کچی سڑکوں کی جگہ پختہ سڑکیں بنیں۔ بوسیدہ مکانوں کی جگہ نئی خوبصورت بستیاں تعمیر ہوں۔ اور گئے دنوں کی خستہ حالی کی جگہ فراخی و خوشحالی کا دور دورہ ہو، مگر اس تمام تر تبدیلی، ترقی اور ہماہمی کے باوجود ہمارے دل نہ بدلیں۔ ـــــ اور اگر بدلیں تو اس طرح کہ پہلے وقتوں کی سادگی، اخلاص، محبت اور باہمی اخوت دن بہ دن بڑھتی اور پھیلتی رہے۔ فزوں تر ہوتی رہے، کبھی کم نہ ہو، کبھی ماند نہ پڑے۔ ایسا ہونا کوئی ایسا مشکل تو نہیں۔

ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا؟

نماز جنازہ

۲۱ اگست ۹۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں قبل نماز ظہر مکرم احتشام الحق صاحب ابن ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم لندن کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے ساتھ حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی:

۱۔ مکرم مولوی حکیم خورشید احمد صاحب صدر عمومی ربوہ۔
۲۔ مکرم سید جواد علی شاہ صاحب سابق مربی سلسلہ امریکہ۔ ربوہ۔
۳۔ مکرمہ رابعہ بی بی صاحبہ (والدہ مکرم مختار احمد چیمہ صاحب مبلغ سلسلہ نیویارک)۔
۴۔ محترمہ سلمیٰ صاحبہ اہلیہ مکرم کرنل راجہ مبشر احمد صاحب مرحوم ایبٹ آباد۔
۵۔ مکرمہ ثریا اقبال صاحبہ دختر مکرم ڈاکٹر قاضی محمد بشیر صاحب لاہور۔
۶۔ مکرم مرزا حمید احمد صاحب ابن مکرم مرزا نذیر علی صاحب مرحوم ربوہ۔
۷۔ مکرم رانا عبدالحکیم صاحب خوشاب۔ پاکستان۔
۸۔ مکرم چودھری سلطان احمد صاحب گجراتی ربوہ۔
۹۔ مکرم عبدالغفور صاحب کابلی۔ افغانستان۔
۱۰۔ محترمہ مختاراں بی بی صاحبہ بنت مکرم خدابخش صاحب (جمال بیکری) ربوہ۔
۱۱۔ مکرم ڈاکٹر ملک عطاء اللہ صاحب ربوہ۔
۱۲۔ مکرمہ نصرت بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالعزیز بھٹی صاحب ربوہ (آپ مکرم عبدالمومن طاہر صاحب مربی سلسلہ لندن کی خوش دامن تھیں)۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6364/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Ladieswear Showrooms
34 The Broadway, Ruislip Road,
Greenford
Children and Ladieswear
Showrooms:
4 High Street, Wealdstone

NEW AND SECOND-HAND
SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE
CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
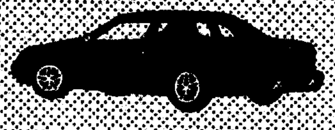
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

تاریخ احمدیت

۱۸۸۷ء

مسٹر الیگزینڈر رسل وب سے خط و کتابت اور ان کا قبول اسلام

جن دنوں ہندوستان اور بالخصوص قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یوں عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا تھا کہ آپ ہجرت پر آمادہ ہو چکے تھے مگر فرشتے امریکہ میں سعید روحوں کو آپ کی طرف کھینچ رہے تھے۔ چنانچہ انہی فتنہ سامانیوں کے دوران اضلاع متحدہ امریکہ سے عیسائی گروہ کے ایک گرجا کے لاٹ پادری اور امریکہ کے مقبول عام روزنامہ ڈیلی گزٹ کے ایڈیٹر مسٹر الگزانڈر رسل وب کا حضور کی خدمت میں خط موصول ہوا کہ میں نے اسکاٹ صاحب ہمہ اوستی کے اخبار کے ایک تازہ پرچہ میں آپ کا خط پڑھا جس میں آپ نے ان کو حق دکھانے کی دعوت دی ہے۔ اس لئے مجھ کو اس تحریک کا شوق ہوا۔ میں نے بدھ اور ہندو مت کی بابت بہت کچھ پڑھا ہے اور کسی قدر زرتشت اور کنفیوشس کی تعلیمات کا بھی مطالعہ کیا ہے لیکن محمدؐ صاحب کی نسبت بہت کم .... میں راہ راست کی نسبت سخت متردد اور حق کا طلب گار ہوں اور آپ سے اخلاص رکھتا ہوں۔ اس مراسلہ پر حضور انور نے انہیں ۱۷ دسمبر ۱۸۸۶ء کو مکتوب لکھا اور پھر باقاعدہ خط و کتابت شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں مسٹر الیگزنڈر وب مسلمان ہو گئے اور یوں امریکہ کی تاریخ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی پہلی مہم کا آغاز ہوا۔

مسٹر محمد الیگزنڈر وب کی مختصر سوانح حیات

۱۸۴۶ء میں امریکہ کے شہر ہڈسن علاقہ نیویارک میں پیدا ہوئے۔ والد ایک مشہور صحافی اور ملکی اخبار کے مدیر تھے۔ اس لئے کالج کی تعلیم کے بعد صحافت ہی کے میدان کا انتخاب کر کے ایک ہفت روزہ اخبار جاری کیا اور جلد ہی قبولیت عامہ کی سند حاصل کی اور مشہور روزنامہ "جوزف مسوری ڈیلی گزٹ" کی ادارت سنبھالنے کی دعوت دی گئی۔ اس کے بعد کئی اور اخبارات ان کے سپرد ہوئے اور پھر وب صاحب کی سیاسی قابلیت اور علمی شہرت و لیاقت کی یہاں تک دھوم مچی کہ حکومت امریکہ نے انہیں فلپائن میں سفیر مقرر کر دیا۔ ۱۸۷۲ء میں وہ عیسائیت سے برگشتہ ہو گئے اور برسوں لادینی کی حالت میں رہے۔ دنیا کے مختلف مذاہب مثلاً بدھ مت وغیرہ کا مطالعہ کیا مگر کہیں تسلی نہ ہوئی۔ اسی زمانے میں حضور کا انگریزی اشتہار ملا۔ جب داعی حق کی یہ آواز سنی تو امید کی کرن دیکھ کر حضرت سے خط و کتابت شروع کر دی اور بالآخر اسلام لے آئے۔

(ماخوذ از "رسالہ تائید حق" صـ ۸۳، ۸۴ طبع سوم مرتبہ مولانا حسن علی صاحبؓ)

مسٹر وب کے اسلام کا جب ہندوستان میں چرچا ہوا تو بمبئی کے متدین مسلمان اور میمن تاجر حاجی عبداللہ اشاعت اسلام کے شوق میں ان کے پاس منیلا (فلپائن) پہنچے اور انہیں سفارت کے عہدے سے استعفاء دینے پر رضامند کر لیا اور خود واپس آ کر ہندوستان کے مشہور مسلم مشنری حضرت مولانا حسن علیؓ صاحب کے ذریعہ سے حیدر آباد میں ایک بھاری جلسہ منعقد کر کے چھ ہزار کا چندہ کیا اور وب صاحب کو استعفاء دے کر ہندوستان بلوا بھیجا۔ وہاں کیا دیر تھی فوراً استعفاء دیا۔ بمبئی سے اترے، حیدر آباد آئے تو انہوں نے مولوی صاحب سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت مرزا صاحب میرے محسن ہیں اور انہی کے طفیل میں مسلمان ہوا ہوں اور ان کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت چونکہ علماء پنجاب کی مخالفت اور عوام کی شورش شروع ہو چکی تھی اس لئے وب صاحب کو مولوی صاحب اور حاجی صاحب نے یہی رائے دی کہ ایک ایسے "بدنام شخص" سے ملاقات کر کے اشاعت اسلام کے کام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ وب صاحب لاہور تک آئے جہاں انہیں بعض لوگوں نے حضرت سے ملاقات کی ترغیب بھی دلائی مگر قادیان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر ہندوستان کے مختلف شہروں کا دورہ کر کے امریکہ واپس پہنچے اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ مگر تبلیغ اسلام تو مامور وقت کے روحانی فیض اور اطاعت کی بدولت ہی ممکن تھی محض مسلمانوں کی مالی اعانت کے بل بوتے پر اس کام میں کیا خیر و برکت ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے اعانت کا وعدہ کیا تھا انہوں نے صریح بے رخی اختیار کر لی اور مسٹر وب اپنے مشن میں ناکام ہو گئے۔ جس سے ان کے دل پر سخت چوٹ لگی اور حضرت اقدس کی یاد تازہ ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے نام ایک خط میں حضرت اقدس کی زیارت سے محرومی پر سخت ندامت اور شرمساری کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔ جب میں ہندوستان گیا تو مجھے یقین تھا کہ مسلم بھائی میری مقدور بھر معاونت کریں گے لیکن جونہی یہاں کے عیسائیوں کی مخالفت کی خبر ہندوستان پہنچی وہاں کے "بے ایمان مسلمان" میرے مخالف ہو گئے اور ہر طرح مجھ تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔ میرے ساتھ جو وعدے انہوں نے کئے ان سب کو بھلا دیا لیکن اب میری سمجھ میں آیا ہے کہ ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان کا مذہبی علم صرف سطحی ہے اگر یہ لوگ میرے ساتھ وفاداری کا تعلق قائم رکھتے تو باوجود میری کوششوں کے یہاں بھی اسلام کی ایک بگڑی ہوئی شکل قائم ہو جاتی جیسی کہ ان لوگوں میں ہے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ اہل امریکہ گو سمجھتے ہیں کہ اسلام عرب میں پیدا ہوا تھا مگر اس کی تعلیم کے لئے ان کی نگاہیں ہندوستان ہی کی طرف اٹھ رہی ہیں۔

اس کے بعد مسٹر وب جب تک زندہ رہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان سے عقیدت مند رہے اور آخر دم تک سلسلہ مراسلت جاری رکھا۔ انہی کے ذریعہ امریکہ کے نو مسلم مسٹر اینڈرسن حضرت مفتی صاحبؓ سے خط و کتابت کر کے ۲۶ ستمبر ۱۹۰۴ء کو داخل اسلام ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا اسلامی نام احمد تجویز فرمایا۔ انہیں حضرت کی وفات کی خبر سن کر سخت صدمہ ہوا اور انہوں نے لکھا۔

"مرزا صاحب نے ایک بڑا کام پورا کیا اور سینکڑوں کے دلوں میں نور صداقت پھیلایا جن تک غالباً صداقت نہ پہنچ سکتی تھی .... لاریب اس شخص کو خدا تعالیٰ نے اس بڑے کام کے واسطے برگزیدہ کیا تھا جو اس نے پورا کر دکھایا ہے اور مجھ اس میں شک نہیں کہ وہ فردوس بریں میں اولیاء و انبیاء کی رفاقت سے لطف اندوز ہو گا"۔

"ایسے عظیم الشان اور نیک انسان کی وفات غمگین کرنے والی ہے لیکن چونکہ وہ اپنا کام ختم کر چکے تھے قادر مطلق کی مرضی یہی تھی کو ان کی دنیوی زندگی ختم ہو۔ انہوں نے ایک عظیم الشان کام کیا ہے اس لئے ان کا اجر بھی عظیم الشان ہو گا"۔

حضرت مولانا حسن علی صاحبؓ کے بیان کردہ واقعات

ہندوستان کے مشہور مسلم مشنری حضرت مولوی حسن علی صاحب رضی اللہ عنہ نے جو بعد کو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اپنی کتاب "تائید حق" میں مسٹر محمد الیگزنڈر اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے ابتدائی حالات لکھے ہیں جن کا یہاں درج کرنا ضروری ہے۔ لکھتے ہیں:-

" حاجی عبداللہ عرب ایک میمن تاجر ہیں کلکتہ میں تجارت کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے لاکھ دو لاکھ کی پونجی کا ان کو سامان کر دیا تو ہجرت کر کے مدینہ میں جا بسے۔ وہاں باغوں کے بنانے میں بہت کچھ صرف کیا۔ بہت عمدہ عمدہ باغ تیار تو ہو گئے لیکن عرب کے بدوؤں کے ہاتھوں پھل ملنا مشکل۔ آخر بے چارے پریشانی میں مبتلا ہو گئے جدہ میں آ کر ایک مختصر سی پونجی سے تجارت شروع کر دی۔ بمبئی سے تجارتی تعلق ہونے کی وجہ سے ہندوستان میں بھی کبھی کبھی آ جاتے ہیں۔ یہ بزرگ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مومن ہے۔ اللہ نے اس شخص کو مادرزاد ولی بنایا ہے۔ اس کمال و خوبی کا مسلمان میری نظروں سے بہت کم گزرا۔ مثل بچوں کے دل گناہوں سے پاک وصاف۔ خدا پر بہت ہی بڑا توکل۔ ہمت نہایت بلند۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کا وہ جوش کہ صحابہؓ یاد آ جائیں۔ اے خدا اگر عبداللہ عرب کے سے پانچ سو مسلمانوں کی جماعت بھی تو قائم کر دے تو ابھی مسلمانوں کی دنیا ہی بدل جائے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو بھی کچھ تھوڑا سا جوش اہل اسلام کی خیر خواہی کا عنایت فرمایا ہے۔ لیکن جب میں عبداللہ عرب کے جوش پر غور کرتا ہوں تو سر نیچا کر لیتا ہوں۔ مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ بڑا نیک ظن ہے اور وہ بھی مجھ سے محبت سے ملتے ہیں۔ مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ رہنے کا عرصہ تک موقعہ ملا ہے اگر میں ان کی روحانی خوبیوں کو لکھوں تو بہت طول ہو جائے گا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس آخری زمانہ میں بھی اس قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ مکہ معظمہ میں نہر زبیدہ کی اصلاح کے لئے قریب چار لاکھ روپیہ چندہ ایک عبداللہ عرب صاحب کی کوشش سے جمع ہوا تھا۔ بمبئی میں عبداللہ عرب صاحب نے الیگزانڈر رسل وب سفیر امریکہ کے مسلمان ہونے کا حال سنا فوراً انگریزی میں خط لکھوا کر صاحب کے پاس روانہ کیا۔ وب صاحب نے بھی ویسے ہی گرمجوشی کے ساتھ جواب دیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ کسی طرح منیلا آ سکتے ہیں تو امریکہ کے کام میں کچھ صلاح و مشورہ کیا جاتا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب کو حضرت پیر سید شہدالدین جھنڈیوالے سے بیعت ہے۔ شاہ صاحب کی بڑی عظمت عبداللہ عرب کے دل میں ہے مجھ سے اس قدر تعریف ان کی بیان کی کہ مجھ کو بھی مشتاق بنا دیا ہے کہ ایک بار پیر سید اشہدالدین صاحب کی ملاقات ضرور کروں۔ جب کوئی اہم کام پیش ہوتا تو حاجی عبداللہ عرب صاحب اپنے پیر و مرشد سے صلاح ضرور ہی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مرشد سے منیلا جانے کے بارے میں استفسار کیا۔ استخارہ کیا گیا شاہ صاحب نے کہا کہ ضرور جاؤ اس سفر میں کچھ خیر ہے۔ عبداللہ عرب صاحب نے مجھ کو خط لکھا کہ تو بھی منیلا چل میں انگریزی نہیں جانتا اور وب صاحب اردو نہیں جانتے ایک مترجم ضروری ہے اور ایک نو مسلم سے ملنا ہے نہ معلوم کہ اس بیچارے کو دین اسلام کے بارے میں کیا کچھ پوچھنے کی حاجت ہو۔ میں اس زمانہ میں کٹک میں تھا۔ کلکتہ میں حاجی صاحب میرا بہت انتظار کرتے رہے۔ مسلمانان کٹک نے مجھ کو جلد رخصت نہ دی۔ آخر وہ ایک یوریشین نو مسلم کو لے کر منیلا چلے گئے۔ اس سفر میں حاجی صاحب کا ہزار روپیہ سے بالا صرف ہوا۔ وب صاحب سے ملاقات ہوئی تو یہ بات طے پائی کہ وب صاحب سفارت کے عہدہ سے استعفاء داخل کریں اور اشاعت اسلام کے لئے حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ جمع کریں۔ حاجی صاحب نے ہندوستان واپس آ کر مجھ سے ملاقات کی اور میرے ذریعہ سے ایک جلسہ حیدر آباد میں قائم ہوا۔ جس میں چھ ہزار روپیہ چندہ بھی جمع ہوا۔ لیکن میں نے حاجی صاحب سے کہہ دیا کہ ابھی وب صاحب کو عہدہ سے علیحدہ ہونے کے لئے نہ لکھو جب تک چندہ جمع نہ ہو لے۔ حاجی صاحب نے اپنے جوش میں میری نہ سنی اور بمبئی تار دے دیا کہ سب ٹھیک ہے تم نوکری سے استعفاء داخل کر دو۔ چنانچہ وب صاحب نے ویسا ہی کیا اور ہندوستان آئے۔ بمبئی، پونا، حیدر آباد، مدراس میں ساتھ رہا۔ حیدر آباد میں وب صاحب نے مجھ سے کہا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ انہی کی وجہ سے میں مشرف بہ اسلام ہوا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مرزا صاحب کی بدنامی کا جو قصہ میں نے سنا تھا ان کو سنایا۔ وب صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو ایک خط لکھوایا۔ جس کا جواب آٹھ صفحہ کا انہوں نے لکھا اور مجھ کو لکھا کہ لفظ بلفظ ترجمہ کر کے وب صاحب کو سنا دینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ وب صاحب نہایت شوق و ادب کے ساتھ حضرت اقدس کا خط سنتے رہے۔ خط میں حضرت اقدس نے

TAHIR JEWELLERS
COMPETITIVE PRICES
FOR INDIAN JEWELLERY
SALES AND REPAIRS
43 DUCKWORTH GROVE
BRADFORD BD9 5HQ
0274 496 673

MOST COMPETITIVE PRICES
IN WORLD WIDE FREIGHT
FORWARDING & TRAVEL
ARIEL ENTERPRISES
26 LEGRACE AVENUE,
HOUNSLOW,
MIDDLESEX TW4 7RS
PHONE 081 564 9091
FAX 081 759 8822

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

اپنے اس دعویٰ کو معہ دلیل کے لکھا تھا۔ پنجاب کے علماء کی مخالفت اور عوام میں شورش کا تذکرہ تھا۔ حضور نے یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو بھی تم سے (یعنی وب صاحب سے) ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ وب صاحب، حاجی عبداللہ عرب اور میری ایک کمیٹی ہوئی کہ کیا کرنا چاہئے۔ رائے یہی ہوئی کہ مصلحت نہیں ہے کہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان میں چندہ جمع کرنا ہے ایک ایسے بدنام شخص سے ملاقات کر کے اشاعت اسلام کے کام میں نقصان پہنچایا جائے۔ اب اس بد فیصلہ پر افسوس آتا ہے۔ .... غرض ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیر کر کے وب صاحب تو امریکہ جاکر اشاعت اسلام کے کام میں سرگرم ہو گئے۔ دو ماہ تک میں وب صاحب کے ساتھ رہا۔ وب صاحب حقیقت میں آدمی معقول ہے اور اسلام کی سچی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا ان کے معلومات بڑھانے، خیالات کج کو درست کرنے اور مسائل ضروری کی تعلیم میں کوشش کی اور شیخ محمدؐ میرا ہی رکھا ہوا نام ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا ویسا ہوا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے چندہ کا وعدہ تو کیا لیکن ادا ہوتا ہوا کہیں سے نظر نہیں آتا تھا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن نرود میخ آہنی در سنگ لاکھوں روپیہ خلاف شرع شریف خرچ کرنے میں مسلمان مستعد و سرگرم ہی رہے اور اس بہت بڑے کام میں کچھ بھی نہ دیا صرف رنگون اور حیدر آباد دکن سے تو کچھ کیا گیا۔ کل روپے جو میرے خیال میں بھیجے گئے وہ تیس ہزار ہوں گے۔ جس میں حاجی عبداللہ صاحب عرب کا سولہ ہزار ہو گا۔ بیچارہ غریب حاجی اس نیک کام میں پس گیا۔

جب حاجی عبداللہ عرب صاحب چندہ کے فراہم نہ ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت سید اشہد الدین صاحب کی خدمت میں جاکر عرض کیا۔ حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا۔ معلوم ہوا کہ انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ (سے) اشاعت ہو رہی ہے ان سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہو گا۔ دوسرے دن حاجی صاحب کو پیر صاحب نے خبر دی اس پر حاجی صاحب نے بیان کیا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی علمائے پنجاب و ہند نے تکفیر کی ہے ان سے کیونکر اس بارہ میں کہا جائے۔ اس بات کو سن کر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا اور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور استخارہ کیا۔ خواب میں جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے وہ جو کہے وہ کرو۔ صبح اٹھ کر شاہ صاحب نے کہا اب میری یہ حالت ہے کہ میں خود مرزا صاحب کے پاس چلوں گا اور اگر مجھ کو امریکہ جانے کو کہیں تو جاؤں گا جبکہ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سنا اور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے تو مناسب نہ سمجھا کہ پیر صاحب خود قادیان جائیں۔ سب نے عرض کیا کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں آپ کی طرف سے کوئی دوسرے صاحب حضرت مرزا صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔

چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ عبداللطیف صاحب اور حاجی عبداللہ عرب صاحب قادیان گئے اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے کہ حضرت اقدس اس طرف متوجہ ہوں تاکہ اشاعت اسلام کا کام امریکہ میں عمدگی سے چلنے لگے۔

بیان مذکورہ بالا میں نے خود حاجی عبداللہ عرب صاحب سے سنا ہے اور جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں حاجی صاحب کو میں ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا باخدا آدمی سمجھتا ہوں۔ اس لئے اس خبر کو جھوٹ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جس حالت میں مرزا صاحب ایک بدنام شخص ہو رہے ہیں اور جھنڈے والے پیر صاحب ایک نامی آدمی ہیں عبداللہ عرب صاحب کو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اپنے پیر مرشد کے بارے میں ایک ایسا قصہ تصنیف کریں جس سے ظاہراً ان کا نقصان ہی نقصان ہے۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب سے مجھ کو ایک اور عجیب بات معلوم ہوئی کہ قسطنطنیہ میں سید فضل صاحب ایک باکمال بزرگ رہتے تھے جس کو سلطان روم بہت پیار کرتے ہیں۔ سید فضل صاحب کے بزرگوں میں ایک شیخ گزرے ہیں جو صاحب کشف و کرامات تھے وہ اپنے ملفوظات میں لکھ گئے ہیں کہ آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام تشریف لاویں گے تو مغربی ملکوں میں ایک بہت بڑی قوم گورے رنگ والی حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی معین و مددگار ہو گی اور وہ سب داخل اسلام ہو گی۔ واللہ اعلم بالصواب"۔

(تائید حق ۔ ۸۲، ۸۴ طبع سوم)

(ماخوذ از تاریخ احمدیت مرتبہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

شذرات

(م۔ا۔ح)

پاکستان کے دریدہ دہن ملاؤں میں منظور چنیوٹی کا ایک خاص مقام ہے۔ جھوٹ اور افتراء میں اسکا کوئی ثانی نہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب پر اسلم قریشی کے اغوا اور قتل کا الزام لگایا تھا اور اخباروں، جلسوں اور تحریروں سے ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا تھا اور امام جماعت احمدیہ کے خلاف پاکستان کی عدالتوں میں مقدمے بھی درج کرائے تھے۔ اسی "مولانا منظور چنیوٹی" نے تو یہاں تک بڑھک ماری تھی کہ مرزا طاہر احمد کو گرفتار کروا کر اگر اسلم قریشی برآمد نہ ہو یا اس کا قتل ثابت نہ ہو تو اسے (چنیوٹی کو) سر بازار گولی مار دی جائے۔ اور یہی اسلم قریشی کہیں دہران ایران کے علاقے میں مفرور اور روپوش رہنے کے بعد جولائی ۸۸ء میں پکڑا گیا۔ پاکستان لایا گیا اور سیالکوٹ میں اس پر ۱۶۔ ایم پی او کے تحت مقدمہ درج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کذاب کی ذلت کا سامان کیا (پوری روداد کے لئے دیکھو روزنامہ جنگ کے دو مفصل فیچر۔ جنگ لندن ۲۲ ستمبر ۱۹۸۸ء)

اسکے بعد سے گولی کھانے کا شوقین کچھ عرصہ منقار زیر پر رہا اور منتظر تھا کہ عوام کے کمزور حافظہ سے یہ واقعہ محو ہو جائے تو یہ پھر اپنا منحوس سر اٹھائے اور جھوٹ کا کوئی نیا فتنہ کھڑا کرے۔ سو اس سال یہ بھی لندن پہنچا ہے اور لاف زنی کرتے ہوئے اخبار جنگ لندن (۳۱ جولائی ۹۴ء) میں حضرت امام جماعت احمدیہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ اس کی مباہلہ فہمی اور اس سے قبل بارہا ربوہ کو فتح کرنے کے لچر دعوے ایک طرف، اس بیان میں درج اس کی لن ترانی میں اس عادی جھوٹے کا ایک دلچسپ جھوٹ ملاحظہ فرمائیں: اسکے کسی سابقہ مباہلہ کے تماشے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسکے بیان پر مبنی اخباری خبر ہے:

"آخر ۱۹۶۲ء میں دریائے چناب کی دو پلوں کے درمیان واقع وادی عزیز موضع چکیاں کی جگہ مقرر ہوئی۔ مولانا چنیوٹی حسب اعلان تمام تر رکاوٹوں کو عبور کر کے مقام مباہلہ کی مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔"

ہمارے قارئین خوب جانتے ہیں کہ مباہلہ دو فریقوں کے درمیان چند شرائط کی قید کے ساتھ سے دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فیصلہ چاہنے کا نام ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ موضع چکیاں کی جگہ کس نے مقرر کی اور یہ مباہلہ کی مقررہ جگہ کیسے بن گئی۔ لیکن دروغ گوئی کی ستم ظریفی یہ ہے کہ "مولانا" تمام تر رکاوٹوں کو عبور کر کے وہاں پہنچے تھے۔ اب جس نے بھی دو پلوں کے درمیان جگہ دیکھی ہے اور جو کوئی بھی چنیوٹ سرگودھا روڈ سے کبھی گزرا ہے اس نے دیکھا ہو گا کہ یہ میدان یا وادی پختہ سڑک کے کنارے پر ہے اور پچاس گز کی پکی پگڈنڈی سڑک سے اس جگہ کو ملاتی ہے۔ یہ "مولانا" کونسی رکاوٹوں کو عبور کر کے وہاں آئے تھے۔ کیا انہوں نے جبہ و عمامہ سمیت دریا کو تیر کر پار کیا تھا یا کوئی برفانی پہاڑ ان کی راہ میں حائل تھا یا چنیوٹ کے قصبہ سے دو اڑھائی میل کا دشوار گزار صحرائی راستہ انہوں نے گھسٹ گھسٹ کر طے کیا تھا۔ آخر یہ کسے دھوکا دے رہے ہیں۔

"یُخَادِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ"۔

بقیہ ذکر اچھے افسروں کا از صفحہ ۱۳

ہم حاضر ہوتے تو بشیر کارکن دروازہ کھولتا۔ ہم حضرت میاں صاحب کے کمرہ میں چلے جاتے۔ اندر سے شربت کا گلاس آتا اسے پینے کے بعد کام شروع ہوتا۔ ایک روز شربت آنے میں ذرا سی دیر ہوئی۔ ہم نے کام شروع کرنا چاہا، فرمایا نہیں پانی پی لو تب کام شروع ہو گا۔ انہیں اس بات کی بہت فکر رہتی تھی کہ ہم کہیں لُو نہ لگوا بیٹھیں۔ آپ نے اصرار کر کے ہمیں کندھوں پر تولیہ ڈالنے کی عادت ڈالی اور باقاعدہ اہتمام سے اس بات کا جائزہ لیتے تھے کہ ہم گرمی میں باہر نکلنے سے پہلے سر اور کندھوں پر کپڑا رکھتے ہیں یا نہیں۔ اپنے کارکنوں کا کون اتنا خیال رکھتا ہے؟

ایک بار دفتر کے حساب میں پانچ روپے کی کمی آ گئی۔ ایک اندراج غلط ہو گیا تھا۔ بات معمولی تھی مگر حضرت میاں صاحب نے ایک کمیشن مقرر کیا کہ وہ اس بات کی پوری تحقیقات کر کے انہیں صحیح صورت حال سے آگاہ کرے۔ ہمارے خسر، مولانا محمد احمد صاحب جلیل اس کمیشن کے رکن تھے یا خود کمشن تھے۔ بہر حال رپورٹ ہوئی کہ غلط اندراج کی وجہ سے کمی آئی ہے کسی کارکن کا کوئی قصور نہیں! انجمن کے پیسوں کے بارہ میں اتنی احتیاط بھی حضرت میاں صاحب کا حصہ تھی!!

پھر حضرت میاں صاحب کے کمرہ میں ائر کنڈیشنر لگ گیا۔ ہمیں یاد ہے کہ اس روز حضرت میاں صاحب نے پہلا خط واپڈا کے احمدی جنرل مینیجر چوہدری عبدالحمید صاحب کے نام لکھوایا کہ میرے کمرہ میں ائر کنڈیشنر لگ گیا ہے اگر آپ کے محکمہ کی کوتاہی اور وولٹیج میں اونچ نیچ کی وجہ سے اسے کچھ ہو گیا تو اس کی ساری ذمہ داری آپ پر ہو گی۔ ظاہر ہے کہ یہ خط تفنن طبع کے لئے لکھا گیا تھا مگر لگتا ہے کہ واپڈا کے جی۔ ایم صاحب نے سنجیدگی سے اس خط پر غور کیا ہو گا کیونکہ وہ ائر کنڈیشنر واپڈا کی دست برد سے مدتوں محفوظ رہا۔

حضرت میاں صاحب، چھٹی کے دن بھی کام کرتے تھے۔ جمعہ کے روز ہم جمعہ سے قبل ڈاک لے کر حاضر ہو جاتے۔ جمعہ کے وقت تک کام کرتے پھر چھٹی ہوتی۔ حضرت میاں صاحب خطبہ شروع ہونے سے کوئی پانچ منٹ قبل مسجد مبارک میں تشریف لے جاتے اور جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ اکثر صحن میں جوتیوں کے پاس بیٹھتے۔ نمازیوں کے اوپر سے پھلانگ پھلانگ کر آگے جانا انہیں بہت کھلتا تھا۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک بار حضرت قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری مرحوم نے جولائی کے مہینہ میں کڑکتی گرمی میں پینتالیس منٹ کا خطبہ دیا۔ تمام لوگ تراہ تراہ کر اٹھے۔ نماز ختم ہوئی تو خلاف معمول حضرت میاں صاحب نے واپس اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور گھر واپس پہنچتے ہی محترم قاضی صاحب کے نام خط لکھوایا۔ نہایت مختصر خط کہ ایک بار حضرت زیدؓ نے لمبا خطبہ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہہ کی کہ اے زید کیا تو فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے؟ بس ان دنوں حضرت میاں صاحب امیر مقامی تھے ہمیں ہی ہدایت کی کہ یہ خط ذاتی طور پر محترم قاضی صاحب کی خدمت میں پہنچاؤں۔ ہم نے نہایت ادب سے خط ان کی خدمت میں پیش کر دیا اور اپنے گھر چلے گئے۔ اگلے جمعہ میں محترم قاضی صاحب نے جو خطبہ دیا اس پر محترم چوہدری ظفراللہ خان صاحب کا یہ فقرہ صادق آتا ہے کہ ہم نے دریا کو کوزے میں بند کرنے کا معجزہ دیکھا۔ تین منٹ کا خطبہ اول اور پھر خطبہ مسنونہ! دس منٹ میں جمعہ ختم۔ بہت سے لوگ جمعہ میں شامل ہونے سے رہ گئے۔ ہم نے حضرت میاں صاحب کے بشرے کی طرف نگاہ کی۔ ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی نہیں تھی یوں جیسے ہوا ہی کچھ نہیں مگر اہل ربوہ محترم قاضی صاحب کے اختصار پر بہت ہی حیران تھے۔

معاند احمدیت علماء سوء اور فتنہ پرور اشرار کو پیش نظر رکھتے ہوئے احباب یہ دعا التزام سے کریں۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا